مذاہب باہم ایسے مختلف اور متضاد واقع ہوئے ہیں کہ ایک جس اعتقاد کو مغز ہدایت قرار دیتا ہی دوسرا اُسی کو گمراہی کا اصلی سبب جانتا ہی کوئی مذہب توحید کو اصل الاصول قرار دیتا ہی اور اقرار تثلیث کے سوا ہدایت کو ناممکن سمجھتا ہی اور تیسرا بہت سی چیزوں کو خدائی طاقت دیکر سب کے آگے سربسجود ہونے کے سوا چارہ نہیں دیکھتا پس ان تمام متناقض خیالات کا ایک ہی نتیجہ تک پہنچانا اور ان تمام مختلف اعتقادوں پر عمل کرنیسے وصال ربانی کا یکساں اثر مرتب ہونا بعینہ زہر اور تریاق کا یکساں صحت بخش ہونا اور آگ و پانی کا ایک تاثیر دینا ہی کیونکہ جب یہ چیزیں بسبب مختلف ہونیکے مختلف اثر پیدا کرتی ہیں تو ضرور ہی کہ خیالات بھی بسبب اپنے باہمی اختلاف اور تناقض کے مختلف نتائج پیدا کریں اور جیسے آگ کو پانی اور زہر کو تریاق سمجھنے والا اپنی غلطی کا ناگوار نتیجہ ضرور برداشت کرتا ہی ویسے ہی صلح کل کے دلچسپ دہوکے میں آنے والا اگر کسی غلط راستہ پر ہولیا ہی تو ضرور اسے بھی خمیازہ بھگتنا پڑیگا ؛

مذہب اسلام نے اگرچہ ہمارے لئے ایک خاص آئین مقرر کر دیا ہے اور ہدایت و گمراہی کے اسباب بوضاحت بیان فرما کر صلح کل کے تار عنکبوت کو توڑ دیا ہی اور اسلام کے تمام پیرو بھی ایک حد تک اس بارہ میں متفق ہیں کہ ہدایت کے لئے بیشک کوئی نہ کوئی خاص اصول ہیں مگر اس صلح کل کے لفظ میں جو جادو بھر دیا گیا ہی اُسکا کچھ نہ کچھ اثر اہل اسلام میں سے بھی بعض بعض پر ہو گیا ہے چنانچہ وہ کہنے لگے ہیں کہ اسلامیوں کے سوا اور لوگ بھی جو تمام اسلامی اصول کو نہ مانتے ہوں صرف اقرار توحید سے نجات پا سکتے ہیں حالانکہ توحید کے سوا دیگر عقائد بھی اسلامیوں میں اور دیگر مذاہب میں مختلف اور متناقض ہیں مثلاً اسلام کے بموجب اقرار رسالت ضروری ہی اور بعض دیگر فرقوں کے نزدیک خدا کا رتبہ اس سے بالاتر ہی کہ وہ کسی بشر کو ہمکلامی کی عزت دے اور اسلام قیامت پر ایمان لانیکی تاکید کرتا ہی اور بعض دیگر عقلا حشر و نشر کو ایک وہم سے زیادہ وقعت نہیں دیتے پس باستثنائے توحید ان تمام مختلف عقائد کا اثر جداگانہ ہونا چاہئیے ۔ اور اُن بزرگواروں کے نزدیک یکساں قرار پاتا ہی اور دوسری اگر توحید جیسے جو مدار نجات ہے اُسی طرح کی کامل توحید مراد ہی جسکی اسلام تلقین کرتا ہی تو وہ دنیا کے کسی مذہب میں موجود نہیں کیونکہ اسلام خدا کو اپنی ذات اور تمام صفات میں یکتا بتاتا ہی اور اُسکی تمام صفات کمال میں سے کسی ایک کو نہ ماننا یا کسی اور کو ذات میں یا کسی صفت میں خدا کے برابر سمجھنا توحید کے خلاف قرار دیتا ہی اور پھر خدا کی تمام صفات کو اپنی الہامی کتاب میں بتفصیل ذکر کرتا ہے اور دیگر مذاہب میں یا تو صریح شرک ہی یا تثلیث اور قدامت روح و مادہ وغیرہ کی شکل میں شرک کی آمیزش ہی اور اگر کسی مذہب میں یہ باتیں بھی نہیں تو اُسمیں سرے سے وحی و الہام سے ہی انکار ہی حالانکہ اسلام کے رو سے پیغمبروں کو بھیجا اور

کلام ربانی کا ہدایت کے لیے اُنپر نازل فرمانا خدا کی صفات کاملہ میں سے ہے پس اس سے انکار کرنا خدا کو ایک صفت میں ناقص سمجھنا ہے اور اسلیے ایسے لوگ کامل طور پر اسلامی توحید کے مقر نہیں ہیں پس اسلامی توحید کو مدار نجات قرار دینے سے موحد وہی لوگ ہونگے جو اسلام کو مانتے ہیں اور اس صورت میں یہ اختلاف محض لفظی رہجاتا ہے اور "نجات محض توحید کو ماننے سے ہو سکتی ہے" یا "محض مذہب اسلام کو ماننے سے ہو سکتی ہے" اِن دونوں جملوں کا ایک ہی مطلب ٹھیرتا ہے۔ اور اگر انکا یہ خیال ہے کہ اسلام کی بتائی ہوئی صفات ربانی کا ماننا بھی ضروری نہیں بلکہ مطلق اقرار توحید خواہ توحید کسی طرح کی ہو نجات کیلیے کافی ہے تو یہ اسلام کے مفہوم کی ایسی وسعت ہے جو غالباً اسکی معدوم ہو جانیکے برابر ہے کیونکہ جس طرح دائرہ کا اصلی حیثیت سے کم ہوتا جانا اسکی وسعت اثر کا کم ہونا دیتا ہے کہ قریب تر جاتا ہے اور اسلیے آجکل کے فتاوائے تکفیر کو جو جزوی معاملات اور فروعی اختلافات پر دئیے جاتے ہیں بجا طور پر غلط اور نقصان رساں مانا جاتا ہے اسیطرح دائرہ کا یہانتک وسیع ہونا کہ وہ اپنی حدود سے باہر نکلجائے اسکا اُس موج کیطرح بالکل معدوم ہو جاتا ہے جو دریا میں پیدا ہو کر پھیلتی ہوئی ساحل سے ٹکرائے اور ناپید ہو جائے اور جسکو اسلام کا دیگر مذاہب سے مابہ الامتیاز اور سرمایہ نازیہی توحید کو بدرجہ تکمیل پہنچانا اور خدا کی تمام صفات کاملہ کو بوضاحت ظاہر کرنا اور دعاوی ثنویت کی بیخکنی کرنا ہے اور بقول انکی نجات کے لیے ان کمالات کی ضرورت نہیں تو جسطرح موج کی بلندی کا زائل ہونا جو اسے دریا کے پانی سے ممتاز کرتی تھی خود موج کا معدوم ہو جانا ہے اسیطرح ان کمالات توحید کی عدم ضرورت سے خود اسلام کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ مذہب جو سراپا خیر و برکت ہے معاذاللہ بالکل غیر مفید قرار پاتا ہے۔

نظر بریں حالات ان تمام مختلف مذاہب اور متضاد اعتقادات میں سے صرف ایک مذہب یا ایک سلسلۂ عقائد باعث نجات ہے اور اسکے خلاف جتنے مذاہب یا خیالات ہونگے وہ سب بوجہ مختلف ہونیکے باعث ہلاکت ہونگے۔ اور مسلمانوں میں جو اسلام کو مدار نجات مانتے ہیں ایکطرف اصول مذہب میں بہت سی قیود ایزاد کر کے اسلام پر چلنے والوں کو سخت مشکلوں میں ڈالا جاتا ہے تو دوسری طرف ضروریات کو غیر ضروری قرار دینے سے احکام اسلام کی بے قدری اور روحانیت سے بیگانگی پیدا ہو رہی ہے پس ضرور ہے کہ ان تمام اختلافات کا فیصلہ کرنیکے لیے محض قرآن کریم کو حکم بنایا جائے اور اسی میں تلاش کیا جائے کہ مدار نجات اور باعث ہلاکت یعنی ارکان ایمان اور اسباب کفر کیا ہیں چنانچہ اس عاجز نے صدق دل سے بارگاہ باریتعالی میں دعا مانگ کر اُسکے پاک کلام کو بغور دیکھنا شروع کیا اور بہت سی جستجو کے بعد اس مضمون کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا حوالۂ قلم کیا اور جو کچھ لکھا گیا وہ کہانتک برحق اور بجا ہے یا اسمیں کوئی فروگذاشت اور غلط فہمی ہوئی ہے اسکا فیصلہ حق شناس ناظرین کر سکتے ہیں میری طرف سے صحیح طور پر جو دعوی ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنی دانست میں کوئی بات اپنی رائے اور خیال سے نہیں لکھی بلکہ اپنے تمام اعتقادات سے یکسو ہو کر قرآن کریم کو دیکھا ہے اور جو کچھ کلام ربانی سے سمجھ میں آیا ہے تحریر کر دیا ہے اور اس ضمن میں جن اختلافی مسائل اور بعض معرکۃ الآرا بحثوں کا تذکرہ آگیا ہے ان سے اسی حد تک تعرض کرنا مقصود ہے جہانتک ایمان و کفر کا تعلق ہے اور ان مسائل کے متعلق ان سے زیادہ نکتہ زنی کرنا مطلوب نہیں با اینہمہ اپنی بشری خطا و نسیان کا معترف ہوں اور انصاف پسند ناظرین سے التجا کرتا ہوں کہ وہ بغور و تامل دیکھیں کہ میں اپنے مقصد میں کہانتک کامیاب ہوا ہوں

رکھدیا ہے دلِ صد چاک کو سینے سے نکال ✦ دیکھ لو عکس رخ یار رہا ہے اس میں کہ نہیں۔

خاکسار محمود علی پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ۔ تحریر ۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء

الایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ

انسان کا اپنی اغراض اور خواہشوں میں باہمدگر اختلاف رکھنا اور اپنی صلاح کار کے لئے جداگانہ روش اختیار کرنا ایک فطری اور جبلی امر ہے اور خداوند کریم نے اسی فطرت انسانی کا ذکر کیا ہے جہاں فرمایا ہے:-

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (پارہ نمبر ۱۲ - سورۂ ہود - ع ۱۰)

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو لوگوں کو ایک ہی مت کا کردیتا لیکن لوگ ہمیشہ (آپس میں) اختلاف کرتے رہینگے مگر جس پر تمہارا پروردگار فضل کرے اور اسی لئے تو انکو پیدا کیا ہے۔

اور پھر اپنی حکمت کاملہ سے یہ بھی ہر شخص کی فطرت میں ڈالا کہ امور اختلافی میں اپنی خواہش و غرض کو تقویت دینے اور اپنے مخالف کی تردید کرنے کی کوشش کرتا رہے اور اس حکمت کو اپنی کلام میں یوں ظاہر کیا ہے:-

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (پارہ نمبر ۲ - سورہ بقرہ - ع ۳۳)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ سے بعض کو نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہوجائے - لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر (بڑا) مہربان ہے +

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے:-

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (پارہ نمبر ۱۷ - سورۂ حج - ع ۶)

اور اگر اللہ لوگوں کو ایکدوسرے (کے ہاتھ) سے نہ ہٹاتا رہتا تو صومعے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جاچکے ہوتے +

یعنی اگر مخالف کی تردید کرنا ہر شخص کی فطرت میں نہ ہوتا بلکہ اختلاف کے وقت اعراض اور چشم پوشی سے کام لیا جاتا تو فریق ثانی ضرور اعتدال سے تجاوز کر جایا کرتا اور اس طرح حقانیت مخفی رہتی ۔ اور بہت سے فساد ظہور پکڑتے ۔ اور یہ اختلاف و مدافعہ فطری جیسا امور معاش میں نظر آتا ہے ویسا ہی امور معاد میں پایا جاتا ہے اور جس طرح مذاہب میں باہمدگر موجود ہے مذاہب کی اندرونی شاخوں میں بھی دیکھا جاتا ہے اور جس طرح امور دنیوی میں بعض اوقات ہر فریق دوسرے کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنے حق سے زیادہ حاصل کرنا یا کرنا چاہتا ہے اسی طرح کسی مذہبی مسئلہ میں بھی کبھی کوئی ایک یا دونو فریق اپنی حد سے بڑھ جاتے ہیں اور دوسرے کو جس درجہ پر وہ واقع میں ہے اس سے نیچے گرانا چاہتے ہیں ۔ چنانچہ چند مدت سے مذہب اسلام کے دو صاحب سواد اور ذی علم گروہوں میں حد اسلام و کفر کے بارہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے ۔ ایک فریق اسلام کو اس قدر وسیع مانتا ہے کہ اسکی تعریف میں اقرار وحدانیت باری کے سوا اور کوئی قید نہیں لگاتا ۔ حتیٰ کہ اگر کوئی موحد رسالت کا قائل نہ بھی ہو تو اسے مسلم یا مسلمان جانتا ہے ۔ اگرچہ محمدی موسائی فرقوں میں شامل نہیں سمجھتا اور دوسرا فریق اس دائرہ کو اس قدر تنگ کرتا ہے کہ بعض جزوی اور فروعی اختلافوں سے بھی اپنے مخالف پر کفر کا فتوے دیدیتا ہے ۔ اور اگرچہ یہ فریق بھی اپنے فتاوے تکفیر کو کسی بڑے اصولی اختلاف پر محمول سمجھتا ہے ۔ مگر جن مباحث کو کھینچ کر اصولی اختلاف تک لیجایا جاتا ہے اُنکی تہ میں عموماً یہی فروعی اختلاف ہوتا ہے ۔

پہلا فریق چونکہ کثرت قیود سے نفور ہے اور اپنی جانب میں اَلدِّیْنُ یُسْرٌ کو جہانتک اسکے اپنے امکان میں ہو نباہنا چاہتا ہے اس لئے کلام اللہ کی اُن آیات سے جنمیں محض جناب باری پر ایمان لانیکا ذکر یا حکم ہے استشہاد کرتا ہے ۔ مثلاً

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ (پارہ نمبر ۲۶ ۔ سورہ احقاف ۔ ع ۲)	بیشک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر آخر تک اسی عقیدے پر جمے رہے تو نہ تو اُنکے لئے کوئی خوف ہے اور نہ وہ آزردہ خاطر ہیں ۔

اور ارشاد ہے :-

قُلْ یٰٓاَہْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا	(اے پیغمبر اُنسے) کہو کہ اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کیطرف جو ہمارے اور

وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورۃ آل عمران ع ۷)	تمہارے درمیان میں یکساں دانی جاتی ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اسکا شریک ٹھیرائیں اور آپس میں سے کوئی کسی کو (اپنا) مالک سمجھے پس اگر (ایسی بات کے ماننے سے) منہ موڑیں تو (مسلمانو ان سے) کہدو کہ تم اس بات کے گواہ رہو ہم تو (ایک ہی خدا کو) مانتے ہیں

لیکن اگر صرف آسانی کو ہی مدنظر رکھنا مقصود ہے اور کفر و ایمان جیسے مہتم بالشان مسئلہ میں وجہ حصر دریافت کرنے کیلئے دیگر آیات قرآنیہ سے استشہاد لینے کے بغیر کسی ایک آیت سے تمسک کرنا کافی ہے تو یہ آیت اس غرض کے لئے سب سے اولے ہوگی جہاں خدا فرماتا ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ (پارہ نمبر ۵ سورۃ نساء ع ۱۳)	مسلمانو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم زندگی اور دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو - سو خدا کے ہاں بہت سی غنیمتیں ہیں +

اس لئے کہ نجات ابدی حاصل کرنے اور مومن بننے کے لئے اس سے زیادہ آسانی نہیں ہوسکتی کہ صرف السلام علیکم کہنے کی عادت ہو اور جسطرح مذکورہ بالا آیتوں میں صرف خدا پر ایمان لانا بتایا گیا ہے یہاں صرف سلام کرنا وجہ اسلام قرار دیا گیا ہے حالانکہ کسی سلام کرنیوالے کو جو خدا پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ حضرات مسلمان نہیں کہتے - پس جب اس آیت میں تدبر کرنے اور دیگر آیات قرآنی کو ساتھ ملانے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ سلام شرط ایمان نہیں بلکہ علامت اسلام ہے تو ایمان باللہ کے ساتھ کسی اور بات کو جسپر ایمان لانا خدا نے ضروری بتایا ہو تلاش کرنے کے واسطے دیگر آیات کلام اللہ میں غور کرنا کیوں کر غیر ضروری ہوگا - اور فریق ثانی چونکہ بہت سے امور کو جزو ایمان قرار دیتا ہے اسلئے انمیں سے ہر ایک کی دلیل کو سردست بیان کرنا اور اسپر رائے قائم کرنا مشکل ہے جو عذر بالاجمال انکی جانب سے ہوسکتا ہے - وہ یہ ہے کہ جس بات کو وہ اپنے نزدیک خلاف حکم خدا و رسول جانتے ہیں اُسکے ماننے والے کو خدا و رسول کا مخالف یا بالفاظ دیگر الوہیت و رسالت کا منکر سمجھتے ہیں اور اسلئے کافر کہتے ہیں پس اس فریق کے ساتھ احکام خدا و رسول کی نسبت فیصلہ کرنے اور اُنکو نہ ماننے پر کفر لازم آنیکے قواعد تلاش کرنے کے واسطے بھی کلام الٰہی کی اس مضمون کی آیات میں تدبر کرنا ضروری ہے تا معلوم ہو کہ ہر فریق کا دعوی کہاں تک درست ہے اور کس حد

میں غلطی سے تجاوز عن الحد کیا گیا ہے اگرچہ یہ ہمیں اقرار ہے کہ نیت دونو کی بخیر ہے اور دونوں کا دعویٰ محض طلب رضائے حق کے لئے ہے اور چونکہ کلام آلہی سب کے نزدیک سب سے اعلےٰ اور ارفع دلیل و برہان ہے اسلئے اسکا فیصلہ جملہ اہل اسلام کے لئے ناطق اور قطعی ہوگا اور اسکے ہوتے کسی اور فیصلہ کی ضرورت نہ رہیگی - کیونکہ خدا فرماتا ہے :-

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ (پارہ نمبر ۳۰ - سورہ طارق - ع ۱)	پانی دربسانے والے آسمان کی قسم اور پھٹنے والی زمین کی قسم کہ بیشک قرآن ایک بات قطعی ہے اور وہ کچھ سرسری (سی بے بنیاد بات) نہیں +

پس پہلے اُن آیات قرآنی کو جنمیں ایمان کی نسبت مذکور یا حکم ہو بتفصیل لکھا جاتا ہے اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ خداوند کریم کے نزدیک ایمان کی کیا تعریف ہے -

لیکن تعریف ایمان کو قرآن میں تلاش کرنے سے پہلے اس امر کا دریافت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایمان صرف کسی بات پر یقین کر لینے کا نام ہے یا اسمیں اعمال ظاہری بھی داخل ہیں - کیونکہ اس میں اہل سنت اور خوارج و معتزلہ کا اختلاف ہے - معتزلہ اور ضروری التصدیق کے علاوہ اعمال کی پابندی کو اس طرح ایمان میں داخل مانتے ہیں کہ انکو بجا نہ لانیسے اگر آدمی کافر نہیں ہوتا تو مسلمان بھی نہیں رہتا - اور خوارج گنہ گار کو مطلق کافر کہتے ہیں اور اہل سنت فاسق کو بھی مؤمن کہتے ہیں - اگرچہ کامل الایمان نہو نہیں انکا بھی باہمی کچھ اختلاف ہے اور اس رسالہ کی موضوع یعنی محض تحدید ایمان و کفر کو لحاظ رکھکر کمال و نقصان ایمان کی بحث ضروری نہیں کیونکہ جو لوگ ایمان کو قابل کمال و نقصان جانتے ہیں وہ بھی فاسق کو دائرہ اسلام سے باہر نہیں سمجھتے گو اُسے مؤمن کامل نہ کہتے ہوں - لہذا تحدید ایمان میں انکا باہمی کوئی اختلاف نہیں +

پس قرآن شریف میں غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان محض تصدیق قلب کا نام ہے اور اعمال جوارح اس میں داخل نہیں ہیں کیونکہ :-

اوّل - ایمان لغت میں تصدیق اور سچ ماننے کو کہتے ہیں - خدا برادرانِ یوسف علیہ السلام کی زبان سے فرماتا ہے :-

وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝ (پارہ نمبر ۱۲ - سورہ یوسف - ع ۲)	اور گو ہم سچ ہی کیوں نہ کہتے ہوں آپ کو تو ہماری بات کا یقین آنے کا نہیں -

دوم - خداوند کریم خود اسے فعل قلب قرار دیتا ہے - چنانچہ فرماتا ہے :-

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل ع ۱۴)

جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے مگر اُسکا دل ایمان کیطرف سے مطمئن ہو اُس سے کچھ مواخذہ نہیں لیکن جو شخص ایمان لائے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے تو جی کھولکر تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان پر بڑا سخت عذاب ہے +

یہاں قلب کو ظرف ایمان قرار دیکر ایسے شخص کو کفار میں سے نکال لیا ہے جو جبر کی سبب اعمال ظاہری کی پابندی کو چھوڑ دے اور دل سے مسلمان ہو اور فرمایا ہے کہ مورد غضب خداوندی وہی شخص ہے جس کے دل نے خوشی سے کفر کو قبول کر لیا ہو اور ارشاد ہے :-

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ حجرات - ع ۲)

عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے پیغمبر ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا -

یہاں خداوند کریم اُن لوگوں کو جو ظاہری اعمال بجالاتے تھے اور اسوجہ سے ایمان کا دعوی کرتے تھے فرماتا ہے کہ تم اپنے ظاہری اتباع کا دعوی تو کر سکتے ہو لیکن اپنے تئیں مومن نہیں کہہ سکتے - کیونکہ تمہارے دلوں میں تصدیق نہیں ہے - پس یہاں خدا نے تصدیق قلب کو اصل ایمان قرار دیا ہے اور فرمایا ہے :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ مجادلہ - ع ۳)

اے پیغمبر جو لوگ اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں انکو تو تم نہ دیکھو گے کہ خدا اور اُسکے رسول کے مخالفوں کے ساتھ دوستی رکھیں گو وہ انکے باپ یا انکے بیٹے یا انکے بھائی یا انکے کنبہ ہی کے کیوں نہ ہوں یہی وہ پکے مسلمان ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا نقش کر دیا ہے -

یہاں دشمنان خدا و رسول سے دوستی نہ رکھنے کا حکم دیا ہے جو منجملہ اعمال ظاہری کے ہے اور اسکو ان کے ایمان قلبی کی خاص علامت ٹھیرایا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے ہی لوگ ہیں جنکے دل میں ایمان ہے - پس ایمان کو دل سے مخصوص کرنے کی علاوہ ایک عمل نیک کو ایمان کا نشان قرار دیا ہے جو اگر اعمال داخل ایمان ہوتے تو اسکا جزو ہوتا نہ کہ نشان - ان آیات کے علاوہ اور بھی جابجا ایمان کو قلب کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے جس سے ثابت

ہوا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔

سوئم۔ اکثر جگہ اعمال نیک کی جزا اور ثواب کے لئے ایمان کو شرط ٹھیرایا ہے اور ظاہر ہے کہ شرط مشروط سے خارج ہوتی ہے اور اسطرح معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں چنانچہ فرمایا ہے:۔

آیت	ترجمہ
وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ۝ (پارہ نمبر ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۱)	اور جو شخص کوئی نیک کام کریگا مرد ہو یا عورت۔ اور ایمان بھی رکھتا ہوگا تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں (جا) داخل ہوں گے اور تل برابر بھی انکی حق تلفی نہ ہوگی +
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَّلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (پارہ نمبر ۱۴۔ سورہ نحل ع ۱۳)	جو شخص نیک عمل کریگا۔ مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم (دنیا میں بھی) اُسکی زندگی اچھی طرح بسر کرائنگے اور انکو (آخرت میں بھی) انکے (ان) بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرماوینگے +
وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ۝ (پارہ نمبر ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل ع ۲)	اور جو شخص طالب آخرت ہو اور اُسکے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی کوشش بھی کرے اور وہ شخص ایمان بھی رکھتا ہو تو یہی لوگ ہیں جنکی محنت قبول ہوگی +
وَمَنْ یَّاْتِہٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی (پارہ نمبر ۱۶۔ سورہ طہ۔ ع ۳)	اور جو با ایمان خدا کے حضور میں حاضر ہوگا (اور) اُسنے نیک عمل بھی کئے ہونگے تو یہی لوگ ہیں جنکے بڑے درجے ہونگے +
وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا ھَضْمًا۔ (پارہ نمبر ۱۶ سورہ طہ ع ۶)	اور جو (دنیا میں) نیک عمل کریگا اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا تو اُسکو (کسیطرح کی) بے انصافی کا خوف ہے نہ (کسی طرح کی بھی) حق تلفی کا +
فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ ج وَاِنَّا لَہٗ کٰتِبُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۷۔ سورہ انبیاء۔ ع)	تو جو شخص نیک کام کرے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو اس کی کوشش اکارت ہونیوالی نہیں۔ اور ہم اُسکے اعمال نیک سب لکھے جاتے ہیں +

ان سب آیتوں میں خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ نیک اعمال کی جزا اسی صورت میں ہوگی جب عامل با ایمان ہو جس سے ثابت ہوا کہ مومن ہونا اور چیز ہے اور اعمال خیر کو بجا لانا اور چیز۔

چہارم۔ خداوند کریم گنہگاروں کے لئے مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

آیت	ترجمہ
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ	اللہ تو اس جرم کو معاف کرنیوالا نہیں کہ اسکا کسی کو شریک گردانا جائے

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (پارہ نمبرہ سورہ نساء ع ۷)	ہاں اسکے سوا جو گناہ جسکو چاہے معاف کردے اور جسنے کسی کو خدا کا شریک گردانا تو اسنے (خدا پر) بہتان باندھا (جو بہت ہی) بڑا گناہ (ہے)
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (پارہ نمبرہ - سورہ نساء ع ۱۸)	اللہ یہ (گناہ) تو معاف نہیں کرتا کہ اسکے ساتھ (کسی کو) شریک بنایا جائے اور اس سے کم جسکو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ گمراہ (بہت ہی) دور بھٹک گیا۔
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ زمر - ع ۶)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اے ہمارے بندو جنہوں نے (گناہ کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے (اور) وہ بیشک (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۔

ان کے سوا اور بہت سی آیتوں میں مغفرت ذنوب کی نوید ہے اور اس کے برخلاف کفر کے واسطے عذاب مخلد کا وعید ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (پارہ نمبر ۲ - سورہ بقرہ - ع ۱۹)	جو لوگ (جیتے جی دین حق سے) انکار کرتے رہے اور انکار ہی کی حالت میں مر گئے یہی ہیں جن پر خدا کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی۔ ہمیشہ (ہمیشہ) اسی (پھٹکار) میں رہینگے۔ نہ تو ان (پر) سے عذاب ہی ہلکا کیا جائیگا اور نہ انکو مہلت ہی ملیگی
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ محمد - ع ۴)	بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) خدا کے رستہ سے روکا۔ پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ خدا انکو ہرگز نہیں بخشے گا۔

پس اگر اعمال داخل ایمان ہوتے اور انکا نہ بجالانا داخل کفر۔ تو انکی نسبت بھی بصورت عدم تعمیل کفر کی طرح عدم مغفرت اور دوام عذاب کا وعید ہوتا نہ مغفرت اور رحمت کی نوید۔

پنجم۔ خداوند کریم نے دو صاحب تصدیق قتال کرنے والے گروہوں کو مومن کہکر یاد فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے:-

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا	اور اگر تم مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو انمیں صلح کرادو

بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا
الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا
بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا
بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

(پارہ نمبر ٢٦ - سورہ حجرات - ع ١)

پھر اگر انمیں سے ایک فرقہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے (تم بھی) اس سے لڑو یہانتک کہ وہ حکم خدا کیطرف رجوع لائے - پھر جب رجوع لے آئے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے مسلمان تو (سب آپس میں) بھائی ہیں اپنے بھائیوں میں صلح کروا دیا کرو اور غضب خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (خدا کیطرف سے) تم پر رحم کیا جائے

اور حکم دیا ہے کہ انکے درمیان صلح کرا دو - پس اگر اعمال جزو ایمان ہوتے تو اس باہمی قتال سے جو ممنوع ہے کم سے کم ایک گروہ اور اگر دونوں تجاوز عن الحد کے مرتکب ہوں اور

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (پارہ نمبر ٢٥ - سورہ شوریٰ ع ٤)

اور برائی کا بدلہ ہے ویسی ہی برائی۔

پر کاربند نہ رہے ہوں تو دونوں کافر ہوتے اور اس لئے انکو مومن نہ کہا جاتا - اور نہ ان میں صلح کرا دینے کی یہ لم بیان کی جاتی کہ مسلمان باہم بھائی ہیں -

آیات مذکورہ کے سوا قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے استدلال ہوسکتا ہے کہ اعمال جزو ایمان نہیں ہیں - مثلاً خدا فرماتا ہے -

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ
عَمِلَ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ
فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(پارہ نمبر ٧ - سورہ انعام - ع ٦)

اور (اے پیغمبر) جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں جب تمہارے پاس آیا کریں تو (تم) کہو کہ (خدا کیطرف سے) تمکو سلامتی ہو اور تمہارے پروردگار نے (بندوں پر) مہربانی کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانستہ کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اس کے پیچھے توبہ اور (اپنی حالت کی) اصلاح کر لے تو خدا اسے بخشدیگا کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے -

یہاں پر خداوند کریم نے جن لوگوں کو گناہگاری سے توبہ کرنے پر مغفرت کا وعدہ دیا ہے انکو پہلے ایمان والے اور مستحق سلام خداوندی اور مستوجب رحمت باری تسلیم کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم جو یہ منزلت رکھتے ہو - اگر کوئی گناہ کرو تو ہم تمہاری توبہ قبول کر سکتے ہیں - پس اگر گناہ سے وہ لوگ کافر ہو جاتے تو مومن کہکر ان کو اس طرح کے تلطف آمیز اور سراپا عنایت خطاب سے مشرف نہ کیا جاتا -

فریق ثانی کی طرف سے بھی چند آیتیں اعمال کے جزو ایمان ہونیکی بابت میں پیش کیجاتی ہیں جو معتزلہ کہتے ہیں -

اوّل - خدا نے فاسق کو مومن کا مقابل ٹھیرایا ہے اور فرمایا ہے :-

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ پارہ نمبر ۲۱ - سورہ سجدہ - ع ۲)	تو کیا ایمان لانیوالا اس (شخص) کی برابر ہو جائیگا جو نافرمانی کرتا ہے (دونوں فریق ہرگز) برابر نہیں ہو سکتے -

جیسے ایک اور جگہ کافر کو مومن کے مقابل ذکر کیا ہے - چنانچہ فرمایا ہے -

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ تغابن ع ۱)	(لوگو!) وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اسپر بھی تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن -

اور فاسق گنہ گار کو کہتے ہیں اس لئے معلوم ہوا کہ گنہ گار مومن نہیں ہوتا اگرچہ اُسے کافر بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسکے لئے کوئی دلیل انکے نزدیک بھی نہیں ہے -

اسکے جواب میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ فاسق صرف گنہ گار کو نہیں کہتے بلکہ یہ لفظ قرآن میں غیر مصدق یعنی کافر اور گنہ گار دونوں کے لئے بکثرت مستعمل ہے - چنانچہ فرمایا ہے :-

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (پارہ نمبر ۱۰ سورہ توبہ - ع ۹)	بیشک منافق (ہی تو بڑے) نافرمان ہیں -
وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۱۱)	اور (اے پیغمبر) جو انمیں سے مر جائے تم انپر کبھی نماز (جنازہ) نہ پڑھنا اور نہ انکی قبر پر ٹھیرنا (کیونکہ) وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کی ساتھ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کیحالت میں مرے -
اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۱۰ -)	(اے پیغمبر) چاہے تم انکے لئے بخشش مانگو چاہے نہ مانگو - اگر تم انکے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو اللہ انہیں کبھی نہ بخشیگا اسلئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اُسکے رسول کیساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں کرتا -
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (پارہ نمبر ۲۸ سورہ حشر ع ۳)	اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا (پس خدا نے) انکی ایسی مت ماری کہ وہ اپنے آپکو بھی بھول گئے یہی لوگ (تو بڑے) نافرمان ہیں -

اور اسی محاورہ کے مطابق آیت مذکورہ میں مومن کے مقابل کافر پر فاسق کا لفظ بولا گیا ہے - پس فاسق بمعنی گنہ گار اس میں داخل نہیں -

دوئم - خدا فرماتا ہے :-

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝	ہاں جو کوئی بُرائی کرے اور اُسکے گناہ اُسے گھیر لیں تو ایسے لوگ دوزخی ہیں اور وہ آگ میں ہمیشہ (ہمیشہ)

(پارہ نمبرا - سورہ بقرہ - رع ۹) رہیں گے -

یہاں خدا نے خطا کاروں کو دائمی عذاب کا وعید کیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ مومن ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے - اسلئے ثابت ہوا کہ خطا کار مومن نہیں ہوتا -

اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم نے جن لوگوں کے لئے عذاب مخلد کا وعید کیا ہے پہلے انکی دو حالتیں بیان کی ہیں - اوّل یہ کہ وہ برائی کریں - اور دوسرے یہ کہ انکی برائی انہیں محیط ہو پہلی حالت یعنی ارتکاب خطا کے بارہ میں قرآن میں جا بجا مغفرت کے وعدے ہیں مثلاً فرمایا ہے :-

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پارہ نمبرا - سورہ بقرہ رع)	اور (اے پیغمبر اُس وقت کو یاد کرو) جبکہ ہم نے اون لوگوں کو کہا کہ اس گاؤں میں چلو اور اس میں سے جو چاہو مزے سے کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو ہم تمہارے گناہ معاف کر دینگے اور نکو کاروں پر اور بھی زیادہ انعام کرینگے -
قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۳ - سورہ یوسف رع)	(حضرت یوسف نے) کہا آج تم پر کوئی سرزنش نہیں خدا تمہارے گناہ معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے -
وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ (پارہ نمبر ۱۹ - سورہ شعرا رع ۵)	اور جو بخشنے والا مہربان ہے اور اس سے مجھکو توقع ہے کہ روز جزا کو میرے قصور معاف کر دیگا -

اور پھر لفظ احاطہ پر نظر کرتے ہیں - تو جیسا عام محاورہ لسان میں اسکا استعمال ہے قرآن میں بھی یہ لفظ ہر جانب سے گھیر لینے کے معنوں میں مستعمل پاتے ہیں جیسے

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ (پارہ نمبرا - سورہ بقرہ رع ۲)	اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے -

یعنی دنیا و آخرت میں پس و پیش او یمین و یسار ہر طرف سے وہ قدرت خداوندی کے اندر ہیں اور -

اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ رع ۱۰)	بیشک دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے -

یعنی ہر جانب سے دوزخ نے انہیں پکڑا ہوا ہے اور

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ	وہی (تو خدا) ہے جو تمہیں خشکی اور تری پر سفر کروا تا ہے حتیٰ کہ

فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (پارہ نمبر ۱۱ سورہ یونس ع ۳)	جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتیاں اپنے سواروں کو لیکر موافق ہوا سے چلتی ہیں اور وہ اسکی میانی سے خوش ہوتے ہیں تو ناگاہ ایک تند جھونکا آتا ہے اور انکو موجیں ہر طرف سے آلیتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بس اب گھری تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں

یعنی جب موجیں اُنہیں گھیر لیتی ہیں اور وہ کسی طرح مخلصی نہیں دیکھتے تو خدا کو پکارتے ہیں اور ان کر سوا اور بہت جگہ یہی معنے مراد ہیں پس ان دونوں امور کی نسبت قرآن سے فیصلہ کرنے کے بعد کوئی شک نہیں رہتا کہ انہی لوگوں کی نسبت عذاب دائمی مقرر ہے جو ہر جانب سے خطا میں منہمک ہیں یعنی اُنکا دل تصدیق نہیں کرتا زبان اقرار نہیں کرتی اور جوارح حسب ارشاد خداوندی کام نہیں کرتے اور ایسے لوگ لاریب کافر مطلق ہیں اور اگر صرف جوارح سے خطا کرنیوالے اس حکم میں شامل ہوں تو انکی نسبت یہ کہنا غلط ہوگا کہ خطائیں انہیں محیط ہیں کیونکہ دو بڑے اعضاء جو خطاؤں کے سرچشمہ ہیں یعنی قلب و زبان اس نجاست سے پاک ہیں پس معلوم ہوا کہ یہاں بھی عذاب مخلد کا وعید صرف کفار کے لئے ہے اور نیز لفظ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً خطا کاری پر دلالت کرتا ہے پس اگر اَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ سے بھی محض خطا کاری بے تعلق عدم تصدیق لیجاوے تو دونوں فقروں کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے اور دوسرا فقرہ معاذاللہ عبث ٹھیرتا ہے اور دونوں فقرے حسب قواعد فصاحت موزون اسی صورت میں ہوتے ہیں کہ دوسرا کفر پر دلالت کرے وھوالمطلوب۔

سوئم۔ خدا فرماتا ہے:۔

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۔ (پارہ نمبر ۴ سورہ نساء ع ۲)	اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اُس کی حدوں سے تجاوز کر جائے تو اللہ اُسے آگ میں ڈالتا ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور اُسی نہایت ذلت کا عذاب ہوگا۔

یہاں بھی خدا نے اصحاب معصیت کو عذاب دائمی کا مستوجب گردانا ہے جو مومن کی شان سے بعید ہے اسلئے عاصی مومن نہیں۔

اسکے جواب میں یہی تقریر مذکورہ بالا کافی ہے کیونکہ محض عصیان کیلئے وعدہ مغفرت بکثرت موجود ہے اور یہاں اسکے ساتھ حد سے بڑھ جانے کی قید زائد ہے پس اگر اس قید سے بھی وہی نفس عصیان مراد ہو۔ تو ایک تو مغفرت کے وعدے اور دائمی عذاب کے حکم میں تناقض ہوتا ہے اور دوسرے ان الفاظ کا ذکر

بے فائدہ ٹھیرتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حد سے بڑھجانا محض گنہ سے نا اُمید ہی اور وہ یہی ہی کہ دل سے بھی احکام خداوندی کو واجب العمل نہ سمجھے اور یہ مسلّم ہی اور آئندہ انشاء اللہ ثابت بھی کیا جائیگا کہ خدا کے حکم کو حکم نہ سمجھنا اور اُسکو قابل تعمیل نہ جاننا بیشک کفر ہی اور یہ دل کا فعل ہی۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں بھی دائمی عذاب فعل قلب سے متعلق ہی نہ اعمال ظاہری سے۔

چہارم۔ فرمایا ہے:۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا اَلِيْمًا (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء ع ۱۳)	اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُسکی سزا دوزخ ہی جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا - اور اسپر خدا کا غضب نازل ہوتا ہی اور خدا اُسے اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہی اور اُسنے اُسکے لیے بڑا سخت عذاب تیار رکھا ہی

یہاں قتل پر جو افعال جوارح میں سے ہی دائمی عذاب کا حکم دیا گیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہاں ایک خاص فعل کی نسبت حکم ہی جس سے اگر ثابت ہوگا تو یہ ہوگا کہ صرف قتل عمد ایک ایسا فعل ہی جس سے مومن مومن نہیں رہتا۔ حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ تمام اعمال سیئہ مومن کو ایمان سے نکالدیتے ہیں۔ اور دوسرے خداوند کریم نے اس مضمون کو شروع یوں کیا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء ع ۱۳)	اور مومن کو نہیں لائق کہ کسی مومن بھائی کو قتل کرے - مگر بھول چوک سے ہو جائے (تو دوسری بات ہی)

یعنی مومن کو دوسرے مومن کا قتل ہرگز مناسب نہیں لیکن بھول چوک سے ہو جائے تو خیر اور پھر قتل خطا کا کفارہ ذکر کرنے کے بعد قتل عمد کا ذکر کیا ہی اور اسپر عذاب دائمی کا حکم دیا ہے اور سورہ بقرہ میں اسکے لیے قصاص کا حکم نافذ فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہی:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى (پارہ نمبر ۲ - سورہ بقرہ ع ۲۲)	مسلمانو! جو لوگ قتل کیے جائیں تم پر اُن کے بدلے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔

پس اگر محض قتل ہی یہ اثر رکھتا تو ذمی اور معاہد کے قتل پر یہی حکم ہونا چاہیے تھا کیونکہ اتلاف نفس اسمیں بھی موجود ہی اور اسکے علاوہ سوائے عذاب دائمی کے اور تمام احکام قتل بھی انکے لیے ایسے ہی ہیں جیسے مومن کے لیے یعنی بجز سہو و خطا کے انکو قتل کرنا بھی گناہ ہے جیسے مومن کو اور قصاص ان کے قتل پر بھی ہے جیسے مومن کے قتل پر اور قصاص اور بغاوت وغیرہ کی صورتمیں مومن کو قتل کرنا بھی ایسا ہی

ضروری ہی جیسا ذمی اور معاہد کو۔ پس یہاں مومن کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا کہ اسکا قتل بھول چوک کے سوا جائز نہیں۔ حالانکہ ذمی کا حکم بھی یہی تھا اور اسکو قتل عمد پر عذاب مخلد کا حکم دینا اور ذمی و معاہد کے لئے ایسا حکم نہ دینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہاں محض قتل کے سوا جو ایک خارجی عمل ہی کسی اور چیز کو بھی دخل ہی اور وہ وہی چیز ہونی چاہیئے جو ذمی اور معاہد میں نہ پائی جاتی ہو یعنی ایمان۔ پس یہی وہ حیثیت ہی جسکے لئے مومن کو مومن کے قتل سے بالخصوص روکا گیا۔ کیونکہ غصے یا کسی اور نفسانی یا شہوانی جذبے کا مغلوب ہوکر کسی فرد واری یا معاہدے کو ملحوظ نہ رکھنا اگرچہ کبائر میں سے ہے لیکن ان خواہشوں کا یہاں تک مغلوب ہونا کہ ایمان کو بھی خیرباد کہدے بلکہ اور مومنوں سے بوجہ انکے ایمان کے برسر پرخاش ہو عین کفر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قتل مگر وہ قتل جو مقتول کی حیثیت ایمان کی وجہ سے عمل میں لایا گیا ہو یہ حکم رکھتا ہی اور اس سے کسی کو انکار نہیں کہ ایسا شخص بیشک عذاب الٰہی کا مستوجب اور غضب و لعنت باری کا مستحق ہی

اسی کے قریب قریب وہ آیت ہے جسمیں سحر کو کفر کہا گیا ہے اور فرمایا ہے:۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ (پارہ نمبر ا۔ سورہ بقرہ ۔ ع ۱۲)	اور ان (ڈھکوسلوں) کے پیچھے پڑ گئے جنکو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا (پڑھایا) کرتے تھے حالانکہ سلیمان سے کفر کی (یہ) حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ کفر کیا تھا تو شیاطین نے کیا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور اسکو علاوہ ان باتوں میں مشغول ہوگئے) جو بابل میں ہاروت ماروت کو پہنچائی گئی تھیں اور وہ (بھی جو انکو پہنچا تھا) کسی کو نہ بتاتے جبتک اُس سے یہ کہدیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں تو (اس علم کو بری طرح استعمال کرکے کہیں کافر نہ ہو جائیو) اسپر بھی ان سے ایسی باتیں سیکھتے جنکی وجہ سے میاں بی بی میں جدائی ڈالدیں۔ حالانکہ بے حکم خدا وہ اپنی باتوں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

اس آیت میں جس عمل کو سحر کے نام سے یاد کرکے کفر کہا گیا ہی اُسکی تعریف عام طور پر یوں کیجاتی ہی کہ جو اثر مخفی اور نامعلوم اسباب سے پیدا کیا جائے وہ سحر ہی جیسا تفسیر کبیر وغیرہ میں مذکور ہی اور اس تعریف میں امام رازی کی تصریح کے موافق تمام شعبدے اور کرتب اور تمام وہ فنون جنکی اثر کا ترتب عوام کی سمجھ میں نہیں آتا

حتے کہ گھنٹوں گھڑیوں[1] وغیرہ کا وقت بتانا اور بجنا بھی شامل ہے۔ اور اگرچہ واقع میں یہ فنون اس
تعریف میں شامل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ گھڑیوں اور دیگر نو ایجاد صنائع مثلاً ریل تار وغیرہ کا عمل واضح اور
معلوم اسباب پر مرتب ہے۔ گو ان فنون سے واقفیت نہ رکھنے والے انکو نہ سمجھ سکتے ہوں مگر ہاں تمام گنڈے
تعویذ اور جھاڑ پھونک جنکا انکے آثار یعنی صحت و مرض اور حب و بغض کیساتھ کوئی عقلی تعلق نہیں ثابت
ہوتا اس تعریف میں ضرور داخل ہیں اور اگر واقع میں سحر کی یہی تعریف ہو تو حسب ارشاد قرآنی وہ کفر ٹھیرتا
ہے اور لازم آتا ہے کہ ایمان و کفر میں تصدیق و انکار قلبی کے علاوہ اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کو بھی
دخل ہو۔ مگر آیت مذکورہ کی تمام پہلوؤں کو غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے جس عمل کو
سحر کہکر کفر کہا ہے اُسکی تعریف صرف یہی نہیں جو عام مفسر لکھتے ہیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ضرور ہے
کہ اُن ارواح اور مؤکلین کو جن سے جادوگر مدد مانگتے ہیں یا اُن الفاظ اور خطوط اور افعال کو جن سے وہ کام
لیتے ہیں حقیقی مؤثر اور نفع رساں کا مالک سمجھیں کیونکہ خداوند کریم نے جادو کے آثار میں سے عداوت زوجین
کو ذکر کرنیکے بعد فرمایا ہے کہ وہ کسی کو حکم خدا کے بغیر ضرر نہیں پہونچا سکتے۔ پس اس جملہ حالیہ سے جس خیال کو باطل
کیا گیا ہے وہ جادوگروں میں ضرور موجود ہوگا۔ اور اگر انکا یہ اعتقاد نہ ہوتا اور وہ خدا کے سوا کسی کو نفع نقصان
کا مختار نہ سمجھتے تو انکا حکم بیان کرنیکے اثنا میں اس جملہ کو لانا معاذاللہ محض بے سود حشو ہوتا اور کلام ربانی میں
اس قسم کے جملے ہمیشہ کسی غلط خیال یا احتمال کو دفع کرنے کیلئے ہوا کرتے ہیں مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام
کی زبان سے انکی صاحبزادوں کو نصیحت کرنے کے موقع پر فرمایا ہے:-

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۚ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱۳ - سورہ یوسف ع ۸)	اور کہا کہ اے میری بیٹو تم ایک دروازہ سے شہر میں نہ جانا۔ بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں اس حیلہ سے خدا کے حکم کو تو تم پر سے ذرا بھی ٹال نہیں سکتا حکم تو بس اسد ہی کا چلتا ہے اور میں نے تو اسی پر بھروسہ کرلیا ہے اور سب بھروسہ کرنیوالوں کو چاہئے کہ اسی پر بھروسہ کریں +

یہاں انکو مختلف دروازوں سے داخل ہونیکا حکم دینے سے جو خیال ہوتا تھا کہ شاید آپ انکو کسی نقصان سے
جو مشیت ایزدی میں مقدر ہو سلامت رہنے کی ایک حکمی تدبیر بتاتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ اس طرح
خدا کا حکم ٹل جائیگا اس خیال کو دور کرنے کیلئے فرمایا کہ میں خدا کے حکم سے تمکو نہیں بچا سکتا۔ اور

[1] امام رازیؒ نے اس مقام پر صندوق الساعۃ کے نام سے گھڑی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ۱۲

اسی طرح جناب خضر کی زبان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض کے جواب میں فرمایا ہے:۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ (پارہ نمبر ۱۶ - سورہ کہف - ع ۱۰)	پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں اور پھر اپنا خزانہ نکالیں اور انکے حال پر تمہارے پروردگار کی یہ ایک مہربانی تھی اور میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کیا یہ ہے اصل حقیقت ان (واقعات) کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا

یہاں حضرت موسیٰ کا اعتراض تھا کہ تم نے اپنی مرضی سے چند کام کئے اور انمیں فلاں فلاں غلطی کی۔ حضرت خضر نے انکی حکمت بیان کی اور پھر فرمایا کہ میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کئے اور ایسا ہی ایک اور جگہ آیا ہے:۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۚ (پارہ نمبر ۱۳ - سورہ یوسف ع ۱۱)	(اے پیغمبر) یہ چند غیب کی باتیں ہیں جنکو ہم وحی کے ذریعہ سے تمہیں معلوم کراتے ہیں ورنہ جس وقت یوسف کے بھائیوں نے اپنا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور وہ (یوسف کے ہلاک کی) تدبیریں کر رہے تھے تو تم انکے پاس تو موجود نہ تھے کہ تم کو معلوم کر لیتے

یہاں وحی حالات غیب کے دعوٰی پر جو کفار خیال کرتے تھے کہ نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نہ کسی ذریعہ سے اخبار گذشتہ سناتے ہیں فرمایا کہ تو انکے پاس نہیں تھا تا ہماری اطلاع کے بغیر انکی منصوبہ بازیوں کا حال معلوم کر لیتا۔ غرض اس طرح کے جملہ ہائے معترضہ قرآن شریف میں بکثرت ہیں اور ضرور کسی نہ کسی غلطی کی اصلاح کا فائدہ دیتے ہیں۔ اور جب خدا نے جادوگروں کے فعل کی قباحت بیان کرنے اور انکی کفر کیوجہ بتانے میں اس بات پر اکتفا کی تو ثابت ہوا کہ وہ خدا کے سوا اوروں کو متصرف فی الامور اور مختار خیر و شر جاننے سے کافر ہوئے ہیں اور یہ ایک اعتقادی نقص ہے نہ کہ فعل جوارح اور ایسے اعتقاد کے کفر ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ پس اگر تعویذ گنڈے کرنے والے اور فسوں و عزیمت پڑھنے والے ان کو بدیں اعتقاد استعمال کریں کہ خدا نے انمیں کچھ اثر ودیعت کیا ہے اور یہ یا انکے موکل کوئی اختیار اور قدرت نہیں رکھتے تو وہ حسب تصریح مذکور کافر نہ ہونگے جیسے اطبا دوا استعمال کرتے ہیں اور انمیں خدا کیطرف سے تودیع اثر کے قائل ہونے سے کافر نہیں ہوتے اگرچہ یہ ضرور ہے کہ بعض قسم کے عملیات جن کی اجازت شریعت سے ثابت نہو۔ حرام یا مکروہ ہونگے یا منکرین اثر سحر کے نزدیک انکا فعل لغو اور بیہودہ ٹھیریگا اور اگر وہ لوگ ان حرکات کو موثر حقیقی مانیں یا اپنے اعمال میں ارواح اور موکلین سے مدد مانگیں تو بوجہ اس

مشرکانہ اعتقاد کے ضرور کافر ہونگے بلکہ اس اعتقاد کے ساتھ دوا وغیرہ کا استعمال بھی کفر ہی لیکن چونکہ ساحروں میں عموماً یہ اعتقاد ہوتا ہے اور وہ اپنے ہر فسون اور عمل کے لئے اسکا ایک مالک و مختار موکل یا بیر وغیرہ ناموں سے مانتے ہیں اور اکثر انہی کی نذر یا بھینٹ وغیرہ کے طور پر کچھ خیرات بھی دلوایا کرتے ہیں اور اطبا یا دیگر اسباب سے کام لینے والے یہ خیال نہیں رکھتے اس لئے سحر کو خصوصیت کے ساتھ کفر کہا گیا اور اگرچہ "جادو برحق اور کرنے والا کافر" اکثر مسلمانوں کی زبان پر ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ عموماً ساحروں کو کافر مانتے ہیں لیکن الحمدللہ علمائے اسلام کا یہ خیال ہرگز نہیں - چنانچہ تفسیر عزیزی اور کبیر وغیرہ میں قریب یہی تفصیل ہے +

خوارج نے مندرجہ ذیل آیتوں سے استدلال کیا ہی کہ گناہ گار کافر ہوتا ہے +

اوّل - خدا فرماتا ہے :-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۷)	اور جو خدا کے نازل کردہ حکم کے موافق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی تو کافر ہیں -

یہاں فرمودۂ ایزدی کے خلاف کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے -

لیکن اس استدلال میں بہت دہوکا کھایا گیا ہے کہ لفظ حکم کو بمعنے عمل سمجھ لیا ہے اور اس لئے نتیجہ نکالا گیا ہی کہ ہر مجرم چاہے وہ جرم کو جرم سمجھتا ہو اور اپنی خطا کا معترف ہو صرف ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے حالانکہ حکم صرف فیصلہ کے معنوں میں ہی اور قرآن میں کہیں بمعنی عمل وارد نہیں ہوا بلکہ اکثر آیتوں سے استدلال ہو سکتا ہی کہ اس لفظ کا سوا فیصلہ کے اور کوئی مفہوم نہیں مثلاً خدا فرماتا ہے :-

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۞ (پارہ نمبر ۷ - سورہ انعام - ع ۶)	حکم صرف خدا ہی کا ہی وہ حق حق باتیں بیان کرتا ہی اور وہ سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر (فیصلہ کرنیوالا) ہی +

اور ایک جگہ فرماتا ہے :-

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف ع ۸)	حکم صرف اللہ ہی کا ہی - میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہی اور بھروسہ کرنیوالوں کو چاہیے کہ اسی پر بھروسہ کریں +

یہاں حکم کو خداوند کریم کی ذات سے مخصوص کیا ہی اور وہ اگر فیصلہ کے معنوں میں ہو تو بیشک ذات ایزدی سے مختص ہی اور کسی کو اسکے حکم کے خلاف فیصلہ کا اختیار نہیں - اور اگر بمعنی عمل ہو تو یہ صفت ذات باری

سے مختص نہیں کیونکہ ہر شخص عامل ہے۔ خدا فرماتا ہے :۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (پارہ نمبر ١٥ سورہ بنی اسرائیل ع ٩)	(اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہے +

اور علیٰ ہذا ارشاد ہے :۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۚ (پارہ نمبر ٥۔ سورہ نسا۔ ع ٨)	اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل سے فیصلہ کرو +

اور ایک جگہ ہے :۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ (پارہ نمبر ٦۔ سورہ مائدہ۔ ع ٦)	اور (اے پیغمبر) جب کوئی حکم دو تو عدل و انصاف سے حکم دو۔

یہاں اگر حکم سے مراد عمل ہو تو اس میں عدل کے سوا احسان و فضل بھی شامل ہے حالانکہ یہاں محض عدل کی اجازت دی گئی ہے اور اگر فیصلہ مراد ہو تو بیشک اُس میں عدل کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ اگر فریقین میں سے ایک پر احسان کیا جائے تو یقیناً دوسرے پر ظلم ہوگا اور فرمایا ہے :۔

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۚ (پارہ نمبر ٢ سورہ بقرہ ع ٢٦)	اور خدا نے انکے ساتھ سچی کتاب اُتاری۔ تاکہ وہ لوگوں میں جس بارہ میں انکا اختلاف ہو اُسکی بابت فیصلہ کرے +

یہاں کتاب کو حاکم کہا گیا ہے اور وہ قول فیصل تو بیشک ہے مگر عامل نہیں۔ غرض حکم ہر جگہ بمعنی فیصلہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص فرمودۂ خدا کے خلاف فیصلہ کرے یعنی اُس کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن یہ ایک اعتقادی جرم ہے نہ عملی +

دوئم۔ خدا فرماتا ہے :۔

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۚ (پارہ نمبر ١٦۔ سورہ طٰہٰ ع ٢)۔	بیشک ہمیں وحی کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے کہ عذاب یقیناً انہی لوگوں پر ہوگا جو فرمودہ ربانی کو جھٹلائیں اور حکم خدا سے روگردانی کریں +

اور ایک جگہ فرمایا ہے :۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۚ (پارہ نمبر ٣٠۔ سورہ واللیل۔ ع ١)	آگ میں وہی بدبخت لوگ داخل ہونگے جو خدا کے حکم کو جھٹلائیں اور اُس سے روگردانی کریں +

یہاں عذاب کو صرف کفار کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے حالانکہ قرآن و سنت میں گنہ گاروں کیلئے

بھی عذاب کا وعید ہے پس اگر گنہ گار کافر نہ ہوں تو عذاب کا کفار سے مخصوص ہونا غلط ٹھیرتا ہے۔

لیکن اِن بزرگواروں نے اس استدلال میں عجیب منطق سے کام لیا ہے کیونکہ اوّل تو جیسے اس صورت میں ایک طرف گنہ پر عذاب کا وعید ہے اور دوسری جانب کافروں کے ساتھ عذاب کی خصوصیت اسی طرح قرآن میں اکثر جگہ فلاح ونجات کو مومنین کے ساتھ خاص کیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے :-

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۞ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ ع ۱)	اور (اے پیغمبر) جو (کتاب) تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں ان (سب) پر ایمان لاتے اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی سیدہی رستہ پر ہیں اور یہی لوگ (آخرت میں من مانی) مرادیں پائیں گے +

اور فرمایا ہے :-

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱۸ - سورہ نور - ع ۷)	مسلمانوں (کی شان تو یہ ہے کہ ان) کو جب خدا اور اُسکے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ انمیں (انکے باہمی جھگڑوں کا) چکوتہ کردیں تو بس وہ (دو ٹوک بات) کہدیتے ہیں کہ ہمنے (طلبی کا حکم) سنا اور (خدا و رسول کا حکم) مانا اور یہی لوگ آخرت میں فلاح پائنگے۔

اور کہیں اعمال نیک پر فلاح کی نوید دی ہے۔ مثلاً :-

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۚ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۖ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۲۱ - سورہ روم ع ۴)	پس (اے پیغمبر) رشتہ دار کو اسکا حق دیتے رہو اور محتاج اور مسافر کو (انکا حق) جو لوگ خدا کی رضامندی کے طالب ہیں یہ انکے لئے بہتر ہے اور یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

اور :-

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ تغابن - ع ۲)	اور جو شخص اپنے بخل طبعی سے محفوظ رکھا جائے تو آخرت میں ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

پس جس طرح وہاں کفار کی خصوصیت عذاب کے سبب ایمان والوں کو محض گناہ سے کفار میں شامل کرلیا گیا ہے لازم آتا ہے کہ یہاں ایمان نہ رکھنے والوں کو محض مستحقین کا حق دینے اور حرص سے بچنے پر مومنین میں شامل کرلیا جائے ورنہ فلاح کا مومنین سے خاص ہونا غلط ٹھیرتا ہے۔ حالانکہ ان کے نزدیک

بھی صرف فعل نیک کرنے سے کوئی شخص مومن اور فلاح یاب نہیں ہوتا جبتک اسکے دل میں تصدیق
نہ ہو۔ اور اگر یہاں نیک عمل کرنے والوں کے لئے ایمان کی شرط پر فلاح مل سکتی ہے تو وہاں بھی گنہ گاروں
کے لئے انکار خدا و رسول کی شرط پر دائمی عذاب ہوگا۔ اور دوسرے جو مطلب اس قسم کی آیتوں سے
بادی النظر سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ سوا منکرین اور مکذبین کے اور کوئی عذاب نہ پائیگا۔ پس اگر
صرف اس سطحی مطلب پر کاربند ہونا مقصود تھا اور دیگر احکام قرآنی کو نظرانداز کردینا تھا تو یہ اعتقاد
کیا ہوتا کہ گنہ گار جو منکر اور مکذب نہ ہوں ہرگز عذاب نہ پائیں گے اور سیدھے جنت میں جگہ لینگے۔ کیونکہ
عذاب انکار کرنیوالوں کے ساتھ مختص ہے۔ اور اگر تدبر کو کام میں لانا اور تمام مقدمات قرآنیہ کو ملاکر
نتیجہ اخذ کرنا تھا تو جہاں فکر کو اس قدر تکلیف دی کہ گناہگاروں کے عذاب کی خبر کو قابل توجہ سمجھا گیا اور
دونوں باتوں کو ملاکر نتیجہ نکالا وہاں ایک نظر ان آیات پر بھی ڈالی ہوتی جن میں ان بیکسوں پر رحم کھانے
اور انکے جرائم سے درگذر کرنے اور فضل و مغفرت کے سائے میں بسنے کی نوید ہے اور اس قسم کی آیتیں
جیسا ہم ذکر کر چکے ہیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں اور پھر ان سب کو ملاکر دیکھا ہوتا کہ ایک طرف کفار یعنی
منکرین ارشاد خداوندی کے لئے دائمی عذاب اور عدم مغفرت کا ناطق فیصلہ ہے اور دوسری جانب
گرفتاران ہوا و ہوس کے لئے انکی لغزشوں پر کسی صورت میں سزا اور کسی حالت میں مغفرت کا وعدہ ہے
اور ان سب قسموں کی کچھ کچھ آیتیں اوپر ذکر ہو چکی ہیں اور پھر یہاں فرمایا گیا ہے کہ دوزخ حقیقت میں انہی
لوگوں کے لئے ہے جو ہمیں نہ مانتے ہوں۔ ان سب مضامین کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہو جاتا کہ اختلاف
اور تعارض ہرگز نہیں جسکو دور کرنے کے لئے تاویل کیجائے۔ کیونکہ جب گنہ گار بعض مغفرت کے اثر سے
اور بعض اپنی سزائے اعمال بھگت کر اپنے قلبی اذعان و اعتقاد کی برکت سے ہاویہ جہنم سے نکل آئیں گے۔
تو حقیقت میں جہنم انکا حصہ نہ ہوا بلکہ ایک عارضی اور چندروزہ جائے قیام ٹھیرا اور اصلی باشندے اور حقیقی
حقدار وہی لوگ ہوئے جو ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔ پس وہ ایک ہی مضمون ہے جسکو کبھی یوں بیان کیا
گیا کہ منکرین جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور کہیں یوں ادا ہوا کہ حقیقت میں عذاب انہی لوگوں کو ہے یا حقیقت میں
دوزخ میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو ہماری تکذیب کرتے ہیں۔ غرض یہ حکم یعنی دوزخ کی حقیقی وراثت منکرین
کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جاتی تا خواہ نخواہ اسکو منکر اور کافر مان کر خصوصیت کو درست کیا جائے اور
اس لئے گنہ گاران آیتوں سے کافر نہیں ٹھیرتے۔ اب ہم پر بار ثبوت صرف اس امر کا ہے کہ یہاں جو عذاب سے

عذاب کامل اور دخول فی النار سے دخول حقیقی مراد لیا ہے اسکی نظیر قرآن شریف سے دیں سو یہ محاورہ قرآن مجید میں بکثرت ہے۔ مثلاً فرمایا ہے :۔

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ (پارہ نمبر ۳۔ سورہ آل عمران ع ۸)	اور جو تمہارے دین کی پیروی کرے اسکے سوا دوسرے کا اعتبار نہ کرو (اے پیغمبر انسے) کہدو کہ (اصلی) ہدایت تو (وہی) اللہ کی ہدایت ہے

اور :۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پارہ نمبر ۷۔ سورہ انعام ع ۹)	(اے پیغمبر انسے) کہدو کہ اللہ کا (بتایا ہوا) رستہ وہی سیدھا رستہ ہے اور ہم (مسلمانوں) کو (تو یہی) حکم ملا ہے کہ پروردگار عالمین کے فرماں بردار بندے ہوکر رہیں۔

یہاں اللہ سے ہدایت کامل مراد ہے ورنہ ہدایت ناقص اور کسی ایک آدہ معاملہ میں راہ صواب دکھانا تو منکرین میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور فرمایا ہے :۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پارہ نمبر ۹۔ سورہ انفال۔ ع ۲)	تو (مسلمانو!) کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ انکو اللہ نے قتل کیا اور (اے پیغمبر) جب تم نے تیر چلائے تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ نے تیر چلائے۔

یہاں قتل اور رمی سے قتل واقعی اور رمی حقیقی مراد ہے۔ ورنہ بظاہر قتل و رمی کا ظہور انسانوں کے ہاتھ پر ہوا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی مراد کے لئے قرینہ ہونا چاہیے سو آیات زیر بحث میں قرینہ وہی آیات خلود کفار اور مغفرت فساق ہیں جنکا حوالہ دیا گیا ہے اور نیز یہاں عذاب ابدی اور دخول ابدی مراد ہونے سے وہ لوگ بھی انکار نہیں کرسکتے ورنہ لازم آتا ہے کہ کفار ہمیشہ عذاب میں نہ رہیں اور جب یہاں عذاب سے یقیناً دائمی عذاب مراد ہے تو قطع نظر امور مذکورہ بالا کے یوں بھی جواب ہوسکتا ہے کہ گنہ گاروں کے لئے اس قسم کے عذاب کا وعدہ ہی نہیں تا انکے کافر ہونے پر اس عذاب کی خصوصیت غلط ٹھیرے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک +

ایمان کو محض تصدیق قلبی ثابت کرنے میں کسی قدر تفصیل سے کام لیا گیا ہے کیونکہ یہ قاعدہ آئندہ تحقیق میں غالباً بہت کام دیگا۔ اب نفس مطلب کو شروع کیا جاتا ہے اور تعریف ایمان دریافت کرنے کے لئے تمام ان آیات کو جنمیں کسی چیز پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے یا اسکو نہ ماننے پر کافر کہا گیا ہے یا عذاب

دائمی کا وعید دیا گیا ہے۔ بالتفصیل لکھا جاتا ہے ؏

آیات ایمان باللہ

آیت	ترجمہ
كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۳)	(لوگو) کیونکر تم خدا کا انکار کرسکتے ہو حالانکہ (تمہارا حال یہ ہے کہ) تم بے جان تھے تو اُسنے تم میں جان ڈالی پھر (وہی) تمکو مارتا ہے پھر (وہی قیامت کو) تمہیں جلائیگا۔ پھر اُسی کیطرف لوٹائے جاؤگے ؏
بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۳)	بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور وہ نکوکار بھی ہے تو اُسکے لئے اُسکا اجر پروردگار کے ہاں (موجود) ہے اور (قیامت کے دن) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا غم (طاری) ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے۔
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۶)	جب ان سے انکے پروردگار نے کہا کہ (ہماری ہی) فرمانبرداری کرو (تو انہوں نے) کہا کہ میں سارے جہان کے پروردگار کا (یعنی تیرا ہی) فرمانبردار (ہوں)
لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورہ بقرہ - ع ۳۴)	دین میں زبردستی (کا کچھ کام) نہیں۔ گمراہی سے الگ (الگ) ظاہر ہوچکی ہے۔ تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسّی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔
فَاِنْ حَاجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورہ آل عمران - ع ۲)	(اے پیغمبر) اگر (اہل کتاب) اسپر بھی تم سے حجت کریں تو (انسے) کہدو کہ میں نے تو خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کردیا اور جو لوگ میرے پیرو ہیں (انکا بھی یہی حال ہے) اور اہل کتاب اور عرب کے جاہلوں سے کہو کہ تم بھی اسلام لاتے ہو؟ (یا نہیں) پس اگر اسلام لے آئیں تو بیشک راہ راست پر ہو لئے اور اگر منہ موڑیں تو (اے پیغمبر) تمپر (حکم الٰہی کا) پہنچا دینا ہے اور بس اور اللہ بندوں (کے حال) کو خوب دیکھ رہا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(پارہ نمبر ۳ - سورہ آل عمران - ع ۷)

(اے پیغمبر انسے) کہو کہ اے اہل کتاب آؤ (ایسی) بات کیطرف (رجوع کرو) جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں (یکساں مانی جاتی) ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اسکا شریک ٹھیرائیں اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا) مالک سمجھے پس اگر (ایسی سیدھی بات کے ماننے سے) منہ موڑیں تو (اے مسلمانو! انسے) کہو کہ تم گواہ رہنا کہ ہم تو (صرف ایک ہی خدا کو) ماننے والے ہیں ؛

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۷)

اللہ تو اس (جرم) کو معاف کرنیوالا نہیں کہ اسکے ساتھ (کسی اور کو) شریک گردانا جائے ہاں اسکے سوا جو گناہ جسکو چاہے معاف کردے اور جسنے (کسی کو) خدا کا شریک گردانا تو اُس نے (خدا پر) بڑا طوفان باندھا جو بہت ہی بڑا گناہ ہے ؛

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۸)

اللہ یہ (گناہ) تو معاف کرتا نہیں کہ اسکے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جائے اور اس سے کم جسکو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا وہ (راہ راست سے) بڑی (دور) بھٹک گیا ؛

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۸)

اور اس شخص سے کس کا دین بہتر (ہو سکتا) ہے جسنے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردیا - اور وہ نکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے مذہب پر چلتا ہے کہ وہ ایک ہی خدا کے ہو رہے تھے اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا (بندہ) مخلص بھی قرار دیا تھا ؛

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی مریم کے بیٹے مسیح ہیں یہ لوگ (اس کہنے سے) بیشک کافر ہوگئے - اور مسیح (تو یوں) سمجھایا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ (ہی) کی عبادت کرو کہ وہ میرا (بھی) پروردگار ہے اور تمہارا (بھی) پروردگار (ہے اور) اسمیں تو شک نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک گردانے تو اللہ کی طرف سے بہشت اُسپر حرام ہو چکی اور اسکا ٹھکانا

النّٰصِرِیْنَ ۵ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۱۰)	دوزخ ہے اور (ایسے) ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں +
قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (پارہ نمبر ۸ - سورہ انعام - ع ۱۹)	(اے پیغمبران لوگوں سے) کہو کہ (ادھر) آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھکر سناؤں جو اللہ نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ کسی کو خدا کا شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو +
مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۵ (پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۱۴)	جو شخص (کفر پر) مجبور کیا جائے مگر اُسکا دل ایمان کیطرف سے مطمئن ہو۔ اس سے کچھ مواخذہ نہیں۔ لیکن جو شخص ایمان لائے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان کے لئے بڑا (سخت) عذاب ہے +
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۵ (پارہ نمبر ۱۶ - سورہ کہف - ع ۱۲)	(اے پیغمبران لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تو تم جیسا بشر ہی ہوں (مجھ میں تم میں فرق اتنا ہی ہے کہ) میرے پاس (خدا کیطرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی یکتا) ایک معبود ہے تو جسکو پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو چاہئے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے +
قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۵ (پارہ نمبر ۱۷ - سورہ انبیاء - ع ۷)	(اے پیغمبران لوگوں سے) کہو کہ میری طرف تو اسی بات کی وحی آتی ہے کہ صرف خدائے واحد ہی تمہارا معبود ہے تو کیا تم (اس کے بندے) فرمانبردار بنتے ہو (یا نہیں) +
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۵ (پارہ نمبر ۱۸ - سورہ مومنون - ع ۶)	اور جو شخص خدا کے سوا کسی اور معبود کو (اپنی حاجت روائی کیلئے) بلاتا ہے (اور) اسکے پاس اس (شرک کرنے) کی کوئی دلیل (تو ہے) نہیں تو بس اسکے پروردگار ہی کے ہاں اسکا حساب ہونا ہے (مگر معلوم رہے کہ) کافروں کو (کسی طرح) فلاح ہونیکی نہیں +
قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۵ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ زمر - ع ۷)	(اے پیغمبران لوگوں سے) کہو کہ اے نادانو! کیا تم مجھے (یہ) صلاح دیتے ہو کہ خدا کے سوا (کسی اور کی) عبادت کرنے لگوں اور (بلاشبہ اے پیغمبر) تمہاری اور تم سے پہلے سب نبیوں پر وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم (نے) شرک کیا تو ضرور تمہارے سارے عمل ضبط ہو جائیں گے اور ضرور تم گھاٹے میں آجاؤ گے

آیت	ترجمہ
إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ حم سجدہ - ع ۴)	بیشک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے پھر اسی عقیدہ پر جمے رہے (تو مرتے وقت رحمت کے) فرشتے اُنپر نازل ہونگے اور اُنسے کہینگے کہ نہ (تو آئندہ کا کوئی) اندیشہ کرو اور نہ (گذشتہ کا کچھ) رنج اور بہشت جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اب اُسکی خوشیاں مناؤ ۔
إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ احقاف - ع ۲)	بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے پھر اسی عقیدے پر آخر تک جمے رہے تو (آخرت میں) تو انپر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کچھ) آزردہ خاطر ہونگے ۔
وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ (پارہ نمبر ۲۷ - سورہ ذاریات - ع ۳)	اور خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھیراؤ میں اسکی طرف سے تمکو (اسکے عذاب سے) صاف طور پر ڈراتا ہوں ۔
قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ ممتحنہ - ع ۱)	(مسلمانو!) ابراہیم اور جو لوگ انکے ساتھ تھے پیروی کرنیکو تمہارے لئے انکا ایک اچھا نمونہ ہوگذرا ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تو تم سے اور تمہارے ان (معبودوں) سے جنکی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ (بھی) سروکار نہیں رکھتے اور تم لوگوں کے (عقیدوں کو بالکل) نہیں مانتے۔ اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا دشمنی اور عداوت (قائم) ہوگئی ہے اور یہ (دشمنی) تو ہمیشہ کیلئے (رہیگی) جبتک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ ۔
وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ طلاق - ع ۲)	اور جو شخص خدا پر ایمان لائیگا اور نیک عمل کریگا خدا اسکو (بہشت کے ایسے) باغوں میں داخل کریگا جنکے تلے نہریں بہ رہی ہونگی (اور وہ) انمیں سدا کو (اور ہمیشہ) ہمیشہ رہیں گے ۔ اللہ نے (دیر) انکو خوب ہی روزی دی ہے ۔

آیات ایمان بالرسول

آیت	ترجمہ
يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ	جن لوگوں نے (دین حق قبول کرنیسے) انکار کیا اور رسول (کے حکم)

آیت	ترجمہ
لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۠ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۶)	کی نافرمانی کی اُسدن تمنا کرینگے کہ ای کاش (زمین میں گاڑکر) کوئی اُنپر اوپر سے) مٹی پھیر دیجاوے اور (یہ لوگ اُسدن) خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکینگے
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۠ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۹)	پس (اے پیغمبر) تمہارے (ہی) پروردگار کی قسم ہے کہ جبتک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے نہ فیصلہ کروائیں اور جو کچھ تم فیصلہ کردو اُس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اسکو) قبول کریں (غرض جبتک یہ سب باتیں نکریں تب تک) انکو ایمان سے کچھ بہرہ نہیں
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۠ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۱)	جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے اللہ ہی کا حکم مانا اور پھر جو پھر بیٹھا تو (اے پیغمبر تم سے اسکی کچھ بازپرس نہیں کیونکہ) ہم نے تم کو کچھ ان لوگوں کا پاسبان (بناکر) نہیں بھیجا
وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۠ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۷)	اور جو شخص راہ راست ظاہر ہوئے پیچھے پیغمبر سے کنارہ کش رہے اور مسلمانوں کے رستے کے سوا (دوسرے رستہ) ہولے تو جو (رستہ) اُسنے اختیار کیا ہے ہم اسکو اُسی رستے چلائے جائینگے اور (آخرکار) اسکو جہنم میں (لیجا) داخل کرینگے اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہے
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۠ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۠ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ ۠ (پارہ نمبر ۲۷ - سورہ قمر - ع ۱)	ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم نے (بھی مطلق رسالت کا انکار کرکے تمام پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا (از انجملہ) ہمارے بندے نوح کو بھی جھٹلایا اور کہا کہ (یہ) دیوانہ ہے اور اسکو جھڑکیاں دیگئیں تو انہوں نے اپنے پروردگار سے فریاد کی کہ میں (انکے ہاتھ) عاجز ہوں سو اب تو ہی (میرا) بدلے تو ہمنے موسلادھار پانی سے آسمان کے پٹ کھولدئیے
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠ (پارہ نمبر ۲۷ - سورہ حدید - ع ۴)	(اے) مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (سچے دل سے) انکے پیغمبر (محمد) پر ایمان لاؤ کہ خدا اپنی رحمت سے تمکو دوہرا حصّہ دے اور تمکو ایسا نور عنایت کرے جس (کی روشنی) میں تم چلو اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

آیات ایمان بالکتاب

آیت	ترجمہ
وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ	اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہمنے (اب) نازل کیا ہے (اور وہ)

آیت	ترجمہ
وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝ (پارہ نمبر۱ - سورہ بقرہ - ع ۵)	اس (کتاب توریت) کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اور (سب سے) پہلے اسکے منکر نہ ہو اور ہماری آیتوں کے معاوضے میں تھوڑی قیمت نہ حاصل کرو اور ہم ہی سے ڈرتے رہو۔
ثُمَّ أَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارٰى تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ؕ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (پارہ نمبر۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۰)	پھر وہی تم ہو کہ اپنوں کو مارتے اور نیز اپنوں میں سے کچھ لوگوں کے مقابلہ میں ناحق اور زبردستی ایکدوسرے کے مددگار بنکر انکو انکے شہروں سے دیس نکالا دیتے ہو اور وہی لوگ اگر دکھیں قید ہو کر تمہارے پاس (مدد) کو آئیں تو تم چندہ بھر کر انکو چھڑا لیتے ہو حالانکہ (سرے سے) انکو نکالدینا ہی تمکو روا نہ تھا تو کیا کتاب (الٰہی) کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں اسکی سوا انکا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں (انکی) رسوائی ہو اور (آخر کار) قیامت کے دن بڑے ہی سخت عذاب کی طرف لوٹا دئیے جائیں اور جو کچھ بھی تم لوگ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔
وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتٰبٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۝ (پارہ نمبر۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۱)	اور جب خدا کی طرف سے انکے پاس قرآن اترا (اور وہ) اس (کتاب) کی جو انکے پاس ہے تصدیق (بھی) کرتا ہے اور اس سے پہلے (اسی کی توقع پر) منکروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے تو جب وہ چیز جسکو جانے بوجھے ہوئے تھے آموجود ہوئی تو لگے اسکا انکار کرنے پس منکروں پر خدا کی پھٹکار۔
يٰأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ۝ (پارہ نمبر۵ - سورہ نساء - ع ۷)	اے اہل کتاب (قرآن) جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور وہ اس (کتاب) کی تصدیق بھی کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اسپر ایمان لے آؤ (مگر) اس سے پہلے کہ (لوگوں کے) منہ بگاڑ کر ہم انکی گدیوں میں لگا دیں یا جس طرح ہمنے اصحاب سبت کو پھٹکا دیا اسی طرح انکو بھی پھٹکا دیں اور جو خدا کو منظور ہو وہ تو ہو کر رہیگا۔
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ	اور جو خدا کی اتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی

آیت	ترجمہ
هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ ع ۷)	لوگ کافر ہیں ۔
وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ (پارہ نمبر ۱۵ - سورہ بنی اسرائیل ع ۱۲)	اور قرآن کو بھی تھوڑا تھوڑا کر کے (اس مصلحت سے) اتارا کہ تم مہلت کے ساتھ اسے لوگوں کو پڑھ کر سناؤ اور اسی لئے ہم نے اسے رفتہ رفتہ اتارا (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے (انکا تو یہ حال ہے کہ) جب انکے روبرو پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک (ذات) ہے بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا ۔
فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (پارہ نمبر ۱۵ - سورہ کہف ع ۱)	(تو اے پیغمبر اگر یہ لوگ) اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو گے ۔
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۲ - سورہ سبا - ع ۴)	اور کفار کہتے ہیں کہ ہم تو اس قرآن کو کبھی بھی نہ مانیں اور نہ اس سے پہلی (کتابوں) کو مانیں) اور (اے پیغمبر) کاش تم دیکھو جب (قیامت کے دن یہ) ظالم اپنے پروردگار کے حضور میں (جوابدہی کے لئے) کھڑے کئے جائینگے (اور) ایک کی بات ایک رد کر رہا ہوگا کہ کمزور (یعنی ادنےٰ درجہ کے لوگ) بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے ۔
فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ (پارہ نمبر ۲۵ - سورہ شوریٰ - ع ۲)	(تو اے پیغمبر) تم تو (لوگوں کو) اسی (اصل دین) کی طرف بلاتے رہو اور (خود بھی) جیسا حکم دیا گیا ہے (اسپر) قائم رہو اور ان (لوگوں) کی خواہشوں پر نہ چلو اور (انسے) کہدو کہ کتاب (کی قسم) سے جو کچھ اتارا گیا ہے میرا تو سب پر ایمان ہے ۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰي مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝	اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے اور (قرآن) جو محمد پر نازل ہوا ہے اسپر (بھی) ایمان لائے اور وہ برحق ہے (اور) انکے پروردگار (ہی) کیطرف سے نازل ہوا ہے خدا نے انکے گناہ انپر سے

آیت	ترجمہ
ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ محمدؐ - ع ۱)	اتار دیتا اور انکی حالت بھی درست کر دی - یہ اختلاف حالت اسلئے ہے کہ جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا وہ غلط رستہ پر چلے اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کے ٹھیک رستہ پر چلے یوں اللہ لوگوں کے سمجھنے کے لئے انکے حالات بیان فرماتا ہے ۔

آیات ایمان بالقیامۃ

آیت	ترجمہ
لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۷)	بری (بری) باتیں تو انہی لوگوں کی مناسب حال ہیں جو (کافر ہیں جو روز) آخرت کا یقین نہیں کرتے - اور اللہ کی شان کے مناسب تو وہی باتیں ہیں جو (عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے
وَاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (پارہ نمبر ۱۵ - سورہ بنی اسرائیل ع ۱)	اور (قرآن لوگوں کو) یہ بھی (سمجھاتا ہے) کہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے انکے لئے ہمنے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے ۔
وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۸ - سورہ مومنون ع ۴)	اور جن لوگوں کو آخرت کا یقین نہیں وہ (سیدھی) رستے سے ہٹے ہوئے ہیں ۔
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۹ - سورہ نمل - ع ۱)	جو لوگ روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے ہمنے انکے اعمال انکو عمدہ کر دکھائے ہیں تو یہ لوگ بھٹکے بھٹکے پھرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو بری طرح کا عذاب ہونا ہے اور یہی ہیں جو آخرت میں (سب سے زیادہ) نقصان میں رہیں گے ۔
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ مومن ع ۶)	قیامت تو ضرور آنی ہے اس میں کسی طرح کا شک نہیں مگر اکثر لوگ (اسکا) یقین نہیں کرتے ۔
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ	ثمود اور عاد (دونوں) نے اس کھڑکھڑا دینے والے (دن) کو جھٹلایا سو ثمود تو (ایک بڑی زور کی) کڑک (کے صدمے) سے ہلاک کئے گئے رہے عاد - سو وہ (بھی) زناٹے کی آندھی سے ہلاک کر دئیے گئے کہ برابر سات رات اور آٹھ دن وہ (ہوا) خدا نے ان پر چلائے رکھی - تو

فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝

(پارہ نمبر ۲۹ - سورہ الحاقہ - ع ۱)

(اے مخاطب) تو (ان) لوگوں کو اس (آندھی) میں اس طرح ڈھئے پڑے دیکھتا جس طرح کھجوروں کے کھوکھلے بوتے ✤

آیات ایمان باللہ والرسول

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

(پارہ نمبر ۴ - سورہ آل عمران - ع ۱۸)

(منافقو!) اللہ ایسا نہیں کہ جس حال میں تم ہو اچھے بُرے کی تمیز کئے بغیر اسی حال پر مومنوں کو (تمہارے ساتھ ملا جلا) رہنے دے اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ تمکو غیب کی باتیں بتا دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے انتخاب فرما لیتا ہے (اور انکو بقدر مناسب بتا دیتا ہے) تو اللہ اور اُسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان لاؤگے اور (نفاق سے) بچتے رہوگے تو تمکو بڑا اجر ملیگا ✤

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(پارہ نمبر ۶ - سورہ نساء - ع ۲۱)

جو لوگ اللہ اور اُسکے رسولوں سے برگشتہ ہیں (اور اللہ اور اُسکے رسولوں میں جُدائی ڈالنی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض (پیغمبروں کو) مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (پیغمبروں میں مغایرت ڈالکر کفر و ایمان کے) بیچ بیچ میں کوئی رستہ اختیار کریں - تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہمنے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ اور اُسکے رسولوں پر ایمان لائے اور اُنمیں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہیں جنکو اللہ (آخرت میں) اُنکے اجر عطا فرمائیگا - اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ✤

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

(پارہ نمبر ۶ - سورہ نساء - ع ۲۳)

تو اللہ اور اُسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ کہو (اس سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بس اللہ ہی اکیلا معبود ہے وہ اس سے بری ہے کہ اسکی کوئی اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ سب کا کارساز بس ہے ✤

آیت	ترجمہ
وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۷ - سورہ مائدہ - ع ۱۵)	اور جب ہمنے حواریوں کو ایما کیا کہ ہمپر اور ہمارے رسول (عیسیٰ) پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور (اے خدا) تو اس بات پر گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار (بندے) ہیں ۞
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۞ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۸)	کیا انہوں نے ابھی تک اتنی بات بھی نہیں سمجھی کہ جو اللہ اور اُسکے رسول سے مخالفت کرتا ہے تو اُسکے لئے دوزخ کی آگ (تیار) ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور یہ بڑی ہی رسوائی کی بات ہے۔
اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۱۰)	(اے پیغمبر) تم انکے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا مغفرت کی دعا نکرو (انکے لئے یکساں ہے) اگر تم انکے لئے ستر دفعہ بھی مغفرت کی دعا کروگے تو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشیگا یہ انکے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ (ایسے) سرکش لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیا کرتا
وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۱۱)	اور (اے پیغمبر) اگر انمیں سے کوئی مرجائے تو تم ہرگز اس (کے جنازہ) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اُسکی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور سرکشی ہی کی حالت میں مر گئے۔
وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۞ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ (پارہ نمبر ۱۸ - سورہ نور - ع ۶ - ۷)	اور (دو دلے لوگ) کہتے ہیں کہ اللہ پر اور اُسکے رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا رسول کا) حکم مانا پھر اسکے بعد انمیں کا ایک فریق (خدا رسول کے حکم سے) روگردانی کرتا ہے اور وہ (سرے سے) مسلمان (ہی) نہیں اور جب انکو خدا اور اُسکے رسول کیطرف بلایا جاتا ہے تاکہ انمیں (باہمی جھگڑونکا) چکوتا کردیں تو بس انمیں کا ایک فریق گریز کرتا ہے اور اگر حق بجانب انکے ہو تو بے تامل (کان دبائے) رسول کیطرف (دوڑے) چلے آتے ہیں کیا انکے دلمیں (بے ایمانی کا) مرض ہے یا شک میں پڑے ہوئے ہیں یا (اس بات سے) ڈرتے ہیں کہ (کہیں) اللہ اور اسکا رسول انکی حق تلفی (نہ) کردیں (خدا رسول تو ایسے کیوں ہوتے) بلکہ یہ آپ بے انصاف ہیں (مسلمانوں کی شان تو یہ ہے کہ ان) کو جب خدا اور اُسکے رسول کیطرف بلایا جاتا ہے تا انمیں (انکی باہمی جھگڑونکا) چکوتا کردیں تو کہتے ہیں کہ ہمنے (طلبی کا حکم) سُنا اور (خدا و رسول کا حکم) مانا - اور یہی لوگ (آخرت میں) فلاح پائیں گے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(پارہ نمبر ۱۸ - سورہ نور - ع ۹)

(سچے) مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کیلئے جسمیں لوگوں کے جمع ہونکی ضرورت ہو پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جبتک پیغمبر سے اجازت نہ لیں (مجلس سے اُٹھکر) نہیں جاتے (اے پیغمبر) جو لوگ (ایسے وقت) تم سے اجازت لیتے ہیں وہی لوگ ہیں (جو سچے دل سے) اللہ اور اُس کے رسول کو مانتے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی (ضروری) کام کیلئے تمسے (جانیکی) اجازت طلب کیا کریں تو تم انمیں سے جسکو چاہو اجازت دیدیا کرو اور خدا سے انکی مغفرت کی دعا بھی کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

(پارہ نمبر ۲۶ - سورہ فتح - ع ۱)

(اے پیغمبر) ہمنے تمکو (اپنی ذات صفات کا) گواہ (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا اور (کافروں کو) ڈرانیوالا (بناکر بھیجا ہے) (اور مسلمانو!) ہمنے انکو اسلئے پیغمبر بناکر بھیجا ہے کہ تم اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ (اور دین کی مدد کرنیسے) خدا کی مدد کرو اور اسکا ادب ملحوظ رکھو اور صبح شام اُسکی تسبیح (و تقدیس) میں لگے رہو۔

وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝

(پارہ نمبر ۲۶ - سورہ فتح - ع ۲)

اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے (جہنم کی) دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے +

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝

(پارہ نمبر ۲۶ - سورہ حجرات - ع ۲)

اور (سچے) مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے اور پھر (کسی طرح کا) شک (وشبہ) بھی نہ کیا اور اللہ کے رستہ میں اپنی جان و مال سے کوشش کی (حقیقت میں) یہی سچے مسلمان ہیں۔

آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

(پارہ نمبر ۲۷ - سورہ حدید - ع ۱)

(لوگو!) اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (مال) میں سے جسکا تمکو (اگلوں کا) جانشین (بناکر) مالک کردیا ہے (راہ خدا میں بھی) خرچ کرو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (راہ خدا میں) خرچ (بھی) کیا انکو بڑا اجر ملیگا +

آیت	ترجمہ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (پارہ نمبر ۲۷ - سورہ حدید - ع ۲)	اور جو لوگ اللہ اور اُسکے پیغمبروں پر (سچے دل سے) ایمان لائے یہی لوگ اپنے پروردگار کے ہاں صدیقوں اور شہید انکی درجے میں ہونگے انکو ان (ہی) کے سے اجر ملینگے اور ان (ہی) کا سا نور (ایمان انکے ساتھ ہوگا) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے انکار رکھتے اور (انکو) جھٹلایا کرتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں۔
سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (پارہ نمبر ۲۷ - سورہ حدید - ع ۳)	(لوگو!) اپنے پروردگار کی مغفرت کیطرف لپکو اور جنت کیطرف لپکو جسکا پھیلاؤ (اتنا ہی جیسے) آسمان و زمین (ملاکر دونو) کا پھیلاؤ (اور وہ) ان لوگوں کے لئے تیار کیگئی ہے جو اللہ اور اُسکے رسولوں کو مانتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت کرے اور اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔
ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ مجادلہ ع ۱)	یہ (حکم اسلئے دیا جاتا ہے) کہ تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو مانو اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو لوگ منکر ہیں انکو عذاب دردناک (ہونا) ہے جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے (حکم کی خلاف) کرتے ہیں وہ آخر کار (ایسے ہی) ذلیل ہونگے جیسے اُن سے اگلے (نافرمان) ذلیل ہوچکے اور ہم تو اپنے کھلے کھلے احکام اتار ہی چکے اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہونا ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ مجادلہ ع ۳)	جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کے خلاف کرتے ہیں (آخر کار) یہی ذلیل ترین لوگوں میں ہونگے۔
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ حشر - ع ۱)	(اور) یہ اس سبب سے کہ انہوں نے خدا اور اُسکے رسول کی مخالفت کی اور جو خدا کی مخالفت کرے تو خدا کی مار (بڑی ہی) سخت ہے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	(اے پیغمبر مسلمانوں سے کہو) مسلمانو! دیکھو تو میں تمکو ایسی سوداگری بتاؤں جو تمکو (آخرت کے) عذاب دردناک سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ صف - ع ۲)

راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو - یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو -

آیات ایمان باللہ والکتاب

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَاۤ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(پارہ نمبر ا - سورہ بقرہ - ع ۱۶)

(مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اترا (اس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر (اترے) اُن پر اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی (اس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو انکے پروردگار سے ملا (اس پر) ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور اسی ایک خدا کے فرمانبردار ہیں پس اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی انہی چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آگئے اور اگر انحراف کریں تو (سمجھو کہ) بس وہ (تمہاری) ضد پر ہیں تو (اے پیغمبر ان کی ضد سے خدا (کا حفظ و امان) تمہارے لئے کافی ہوگا اور وہ (سب کی) سنتا (اور) سب کچھ

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

(پارہ نمبر ۳ - سورہ آل عمران - ع ۹)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ (ہمارا دین تو یہ ہے کہ) ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہمیں ملی اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترے اُن پر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور (دوسرے) پیغمبروں کو جو کتابیں انکے پروردگار کی طرف سے عنایت ہوئیں اُن پر - ہم تو ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (ایک خدا) کو مانتے ہیں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہو تو خدا کے ہاں اُسکا دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں ہوگا +

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

اور اہل کتاب میں سے بیشک کچھ لوگ ایسے (بھی) ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور کتاب جو تم پر اتری اور جو اُن پر اتری ہے ان (سب)

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (پارہ نمبر۴ ۔ سورۃ آل عمران ع ۲۰)

ایمان رکھتی ہیں اور ہر وقت) اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض میں (دنیوی فائدوں کے) تھوڑے دام نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جنکی اجر خدا کے ہاں (تیار موجود) ہیں (اور) اللہ جلدی حساب کرنیوالا ہے

آیات ایمان باللہ والقیامۃ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(پارہ نمبر۱ ۔ سورہ بقرہ ۔ ع ۸)

بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی اور انمیں سے جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے انکو ان (کے کیے) کا اجر پروردگار کے ہاں سے ملیگا اور انپر نہ (کسی قسم کا) خوف طاری ہوگا ۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

(پارہ نمبر۱ ۔ سورہ بقرہ ع ۱۵)

اور (اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم نے دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار اس (شہر کو) امن کا شہر بنا اور اسکے بسنے والوں میں سے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائیں انکو پھل پھلاری کھانے کو دے ۔ اللہ نے فرمایا کہ جو (اللہ اور روز آخرت کا) منکر ہوگا اسکو بھی چند روز کیلئے ہم (ان چیزوں) سے فائدہ اٹھانے دینگے پھر (آخر کار) اسکو مجبور کرکے عذاب دوزخ میں لیجا داخل کرینگے اور وہ (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے ۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (پارہ نمبر۴ ۔ سورہ آل عمران ۔ ع ۱۲)

(پھر بھی ان سب کا حال) یکساں نہیں اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راتوں کو (نماز میں) کھڑے رہکر آیات الٰہی پڑھتے اور (رب کے) آگے سجدے کرتے ہیں اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور برے کاموں سے منع کرتے اور (خود بھی) نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں اور یہی لوگ نیک بندوں میں داخل ہیں ۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اگر یہ لوگ) اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے انکو

آیت	ترجمہ
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۶)	دیا ہے اسمیں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو انکا کیا بگڑتا اور اللہ تو ان (کے حال) سے واقف (ہی) ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۱۰)	بیشک مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور صابی (ان میں سے) جو کوئی ہو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرے تو (قیامت کے دن) ایسے لوگوں پر (کسی طرح کا) خوف طاری نہ ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے۔
وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پارہ نمبر ۱۱ - سورہ توبہ - ع ۱۲)	اور دیہاتیوں میں سے کچھ ایسے (بھی) ہیں جو اللہ کا اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور جو کچھ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اسکو خدا کی جناب میں تقرب اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں سو سن رکھو حقیقت میں وہ (خرچ کرنا) انکے لئے (موجب) قربت ہے بھی کہ ضرور (مرنے کے پیچھے) اللہ انکو اپنی رحمت میں لے لیگا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۳ - سورہ رعد - ع ۱)	اگر تم (دنیا میں کسی بات پر) تعجب کرو تو کافروں کا (یہ) قول بھی عجیب ہے کہ جب ہم (گل سڑ کر) مٹی ہو جائینگے تو کیا ہمکو (پھر) نئے جنم میں آنا ہے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کا انکار کیا اور یہی لوگ ہیں جنکی گردنوں میں (قیامت کے دن) طوق (پڑے) ہونگے اور یہی لوگ ہیں دوزخی کہ یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۳)	(لوگو!) تمہارا معبود خدائے واحد ہے تو جو لوگ (روز) آخرت کا یقین نہیں رکھتے انکے دل (ہی) کچھ اس قسم کے ہیں کہ (کیسی ہی اچھی بات ہو) انکار (ہی) کئے جاتے ہیں اور وہ (بڑے) مغرور ہیں۔
قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ حم - ع ۱)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں مجھپر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس (وہی) ایک معبود ہے پس سیدھے اسی کیطرف (منہ کئے) چلے جاؤ اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور شرک کرنیوالوں پر افسوس جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کو بھی منکر ہیں

ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ طلاق - ع ۱)	یہ نصیحت کی باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں جنکو اللہ اور روز آخرت کا یقین ہے اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہیگا خدا اُسکے لئے (تکلیفوں سے) نجات کی شکل نکال دیگا۔

آیات ایمان بالکتاب والقیامۃ

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱)	اور (اے پیغمبر) جو (کتاب) تمپر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں ان (سب) پر ایمان لاتے اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستہ پر ہیں اور یہی (آخرت میں من مانی) مرادیں پائیں گے۔
وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۷ - سورہ انعام - ع ۱۱)	اور یہ (قرآن بھی) کتاب (آسمانی) ہے جسکو ہم نے اُتارا ہے برکت والی (کتاب ہے) (اور) جو (کتابیں اس سے پہلے کی ہیں انکی تصدیق (بھی) کرتی ہے۔ اور (اے پیغمبر ہمنے اسکو اس لئے اتارا ہے کہ تم (اہل) مکہ اور اُس کے آس پاس والوں کو ڈراؤ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ اسپر بھی ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی بھی پابندی کرتے

آیات ایمان بالکتاب والرسول

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۷ - سورہ مائدہ - ع ۱۴)	اور جب ان (لوگوں) سے کہا جاتا ہے کہ جو (قرآن) اللہ نے اتارا ہے اسکی اور رسول (خدا) کی طرف چلو اور جو حکم دیں مانو) تو کہتے ہیں کہ جس (طریقہ) پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی (طریقہ) ہمارے لئے بس کرتا ہے کیا ایسی طرز پر رہینگے اگرچہ انکے باپ (دادا) کچھ نہ جانتے اور نہ راہ راست پر رہے ہوں
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۷ - سورہ انعام - ع ۱۰)	یہ (پیغمبر) وہ لوگ تھے جنکو ہم نے کتاب (بھی) دی حکومت (بھی دی) اور پیغمبری (بھی دی)، تو یہ (کفار) اگر ان (نعمتوں کی قدر نہ بھی کریں تو (کچھ پروا کی بات نہیں) ہمنے ان (نعمتوں) پر ایسے لوگ (مسلمان) تعینات کر دئیے ہیں جو انکی ناقدر شناس نہیں ہیں

آیات ایمان باللہ والرسول والقیامۃ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۞

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۸)

اے مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (انکا بھی) حکم مانو - اور اگر کسی امر میں تم (اور حاکم وقت) آپسمیں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانیکی شرط یہی کہ اس امر میں اللہ اور اُسکے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) اچھا ہے ۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ..

(پارہ نمبر ۲۸ - سورہ مجادلہ - ع ۳)

(اے پیغمبر) جو لوگ اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں اُنکو تو تم نہ دیکھو گے کہ خدا اور اُسکے رسول کے مخالفوں کے ساتھ دوستی رکھیں گو وہ اُنکے باپ یا بیٹے یا اُنکے بھائی یا اُنکے کنبہ ہی کے کیوں نہوں یہی (وہ پکے مسلمان) ہیں جنکے دلوں پر خدا نے ایمان کا نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے انکی تائید کی ہے ۔

آیات ایمان باللہ والرسول والکتاب

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۞ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۞

(پارہ نمبر ۳ سورہ آل عمران - ع ۵)

تو جب عیسٰی نے یہود (کیطرف سے) انکار دیکھا تو پکار اُٹھے کہ کوئی ہے جو اللہ کیطرف ہو کر میری مدد کرے (یہ سنکر) حواری بولے کہ اللہ (کے طرفدار) ہم ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور (حضرت آپ بھی) گواہ رہیئے کہ ہم تابعدار ہیں (پھر درجناب الٰہی) میں عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار! انجیل جو تو نے اتاری ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم نے (تیرے) رسول (یعنی عیسٰی) کی پیروی اختیار کی تو ہمکو (بھی اُنکی) تصدیق کرنے والوں میں لکھ رکھ ۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(اے پیغمبر) ان سے کہو کہ لوگو! میں تم سب کیطرف اس خدا کی طرف سے بھیجا ہوا (آیا) ہوں کہ آسمان و زمین کی (تمام) سلطنت اسی کی ہے اسکے سوا کوئی اور معبود نہیں ۔ (وہی) جلاتا اور (وہی) مارتا ہے تو (لوگو) اللہ

النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (پارہ نمبر ۹ - سورہ اعراف - ع ۲۰)

ایمان لاؤ اور اُس کے رسول نبی امی (محمدؐ) پر بھی، کہ (وہ خود بھی) اللہ اور اُسکی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور انہی کی پیروی کرو تاکہ تم سیدھے رستہ پر آجاؤ۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

(پارہ نمبر ۲۸ - سورہ تغابن - ع ۱)

تو (لوگو) اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور (ہدایت یعنی قرآن) پر جسکو ہم نے اُتارا ہے اور اللہ تمہارے (سب) عملوں کو جانتا ہے ۔

آیات ایمان باللہ والکتاب والقیامۃ

لَٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(پارہ نمبر ۶ - سورہ نساء - ع ۲۲)

لیکن (اے پیغمبر) ان میں سے جو علم میں (دبڑی) پائگاہ رکھتے ہیں اور مسلمان (یہ دونوں فریق تو) اس (کتاب) پر جو تمپر اُتری ہے اور جو تم سے پہلے اُتری ہیں (سب پر) ایمان لاتے اور نمازیں پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جنکو ہم عنقریب بڑا اجر عطا فرماویں گے ۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝

(پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۴)

اہل کتاب جو نہ خدا کو مانتے ہیں (جیسا کہ ماننے کا حق ہے) اور نہ روز آخرت کو اور نہ اللہ اور اُس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں (مشرکوں کے علاوہ ان لوگوں سے بھی) لڑو۔ یہاں تک کہ ذلیل ہو کر (اپنے) ہاتھوں سے جزیہ دیں ۔

آیت ایمان باللہ والملائکۃ والرسل

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝

(پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۲)

جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اُس کے فرشتوں کا اور اُسکے رسولوں کا اور (خاص کر) جبریل (فرشتے) کا اور میکائیل (فرشتے) کا۔ تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے ۔

آیت ایمان باللہ الملائکۃ الکتب الرسل

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

(پارہ نمبر ۳ - سورہ بقرہ - ع ۴۰)

(ہمارا) یہ پیغمبر (محمد) اس کتاب کو مانتے ہیں جو انکو پروردگار کیطرف سے انپر اتری ہے اور پیغمبر کیساتھ دوسری مسلمان بھی (یہ) سب کے سب اللہ اور اُسکے فرشتوں اور اُسکی کتابوں اور اسکی پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب کا دین حق) ہے اور ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے اور بول اٹھے کہ اے ہمارے پروردگار (ہمنے تیرا فرمان) سنا اور اسے مانا اور اے پروردگار (بس تیری ہی مغفرت درکار ہے) اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیات ایمان باللہ والملائکۃ والکتب والرسل والقیامہ

لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ

(پارہ نمبر ۲ - سورہ بقرہ - ع ۲۲)

نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق (کیطرف کرلو) یا مغرب کی طرف پھیرلو بلکہ (اصل) نیکی تو انکی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال (عزیز) اللہ کی محبت پر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء ع ۲۰)

مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (محمد) پر اتاری اور ان کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے (دوسری پیغمبروں پر) اتاریں اور جو شخص اللہ کا منکر ہو اور اُسکے فرشتوں کا اور اُسکی کتابوں کا اور اسکی پیغمبروں کا اور روز آخرت کا تو وہ (راہ) راست سے بڑی دُور بھٹک گیا۔

ایمان کے متعلق جس قدر آیات دستیاب ہوسکیں اُن میں سے اکثر لکھی گئیں۔ اس میں اگرچہ کسی قدر تطویل ہوگئی لیکن ایک تو معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں کس قدر مختلف پیرایوں میں اس مضمون کو ادا کیا گیا ہے جو نفس مطلب کے علاوہ اور بھی بہت سے نکات ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے یہ ثابت ہوگا کہ صرف یہی پانچ مضامین ہیں جن پر یقین کرنا انسان کو نجات ابدی دیتا ہے اور انکے سوا اور کوئی چیز نہیں جس کا ماننا مومن بننے کیواسطے

ضروری ہو ورنہ باوجود اس قدر تفصیل اور تشریح کے جو قرآن مجید نے اس بارہ میں کی ہے کسی ضروری امر کو نظر انداز کرنا ایک بڑا نقص ہوتا اور کلام ربانی ایسے نقصوں سے پاک اور مبرا ہے۔ البتہ کلام پاک میں علاوہ ان پانچ امور کے ایک مجمل لفظ آیات کا بھی ہے جس پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور اس پر نہ ایمان لانے سے کافر یا دائمی جہنمی کہا گیا ہے مثلاً ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ا سورہ بقرہ ع ۴)	اور جو لوگ نافرمانی کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہی دوزخی ہونگے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے۔

اور فرمایا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ (پارہ نمبر ۳۰ سورہ بلد ع ۱)	اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا وہی منحوس (بدنصیب) ہونگے انکو دوزخ کی آگ میں ڈالکر (سب طرف سے) کواڑ بھیڑ دئیے جائیں گے۔

اور اسی طرح اکثر جگہ ایمان بالآیات کا ذکر ہے مگر جب اس لفظ آیات کی تشریح کلام الٰہی میں تلاش کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ یا تو بمعنی اسباب معرفت الٰہی مستعمل ہے جیسے:۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۰ سورہ نمل ع ۷)	کیا ان لوگوں نے اس (بات) پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات کو (اسلئے تاریک) بنایا کہ اسمیں آرام کریں اور دن کو روشن کہ اسمیں دیکھیں بھالیں کچھ شک نہیں کہ (روز و شب کے) اس انقلاب میں ایمان والوں کیلئے قدرت خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں

اور یا بمعنے احکام الٰہی آیا ہے جیسے:۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۰ سورہ قصص ع ۶)	اور (اے پیغمبر) جبتک تمہارا پروردگار کسی قصبہ میں پیغمبر نہ بھیجے اور وہ انکو ہماری آیتیں پڑھکر نہ سنادے اس (کی شان انصاف) سے بعید ہے کہ ربے اتمام حجت) بستیوں کو ہلاک کر دیا کرے اور ہم بستیوں کو تب ہی ہلاک کرتے ہیں جبکہ وہاں والے نافرمانی اختیار کر لیتے ہیں +

اور یا بمعنے معجزہ مذکور ہے جیسے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پارہ نمبر ۲۱ سورہ عنکبوت ع ۵)	اور کہتے ہیں اس (شخص) پر اسکے پروردگار (کیطرف) سے معجزے کیوں نہیں اترے (اے پیغمبر) انسے کہدو کہ معجزے تو خدا ہی کے پاس ہیں اور میں تو صاف طور پر ڈر سنانے والا ہوں۔ انتہیٰ۔

اور یا پارہ سورہ کے معنوں میں ہے جیسے :-

وَلَوْ جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ (پارہ نمبر۲۴-سورہ حٰم سجدہ-ع ۵)	اگر ہم اسکو عربی کے سوا دوسری زبان کا قرآن بناتے تو دیہ کفار مکہ، ضرور کہتے کہ اسکی آیتیں اچھی طرح کھولکر کیوں نہیں سمجھائی گئیں

اور اس موقع ایمان بالآیات میں اسباب معرفت آلٰہی کے معنے زیادہ چسپاں ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے اسباب کو نہ ماننا اور ان سے عبرت نہ لینا بعینہ خدا کو نہ ماننا ہے اور اگر بالفرض دوسرے معنوں میں سے کوئی مراد لیا جاوے تو بھی احکام آلٰہی کو نہ ماننا یا پارہ سورہ کی تکذیب کرنا دوسرے لفظوں میں کتاب آلٰہی سی کا فر ہونا ہے اور معجزہ کو دیکھکر اُسکی غرض وغایت یعنی صاحب معجزہ کی تسلیم تک نہ پہونچنا بالفاظ دیگر کفر بالرسول ہے پس ایمان بالآیات یا تکذیب آیات مذکورہ بالا امور میں سے ہی کسی کی تصدیق یا تکذیب ہے اور اسلئے ایسی آیتوں سے بھی سوائے پانچوں اشیاء کے کسی اور چیز پر ایمان لانا ثابت نہیں ہوتا -

اور چونکہ ثابت ہو چکا ہی کہ ایمان محض دل کا فعل ہے اور عمل جوارح کو اس میں دخل نہیں اس لئے اُن پانچوں باتوں یعنی خدا - پیغمبروں - فرشتوں - الہامی کتابوں اور قیامت کو دل سی برحق ماننا ہی ایمان ہے لیکن چونکہ زبانی اقرار سے انسان اُسی حالت میں گریز کرتا ہے جبکہ وہ کسی وجہ سے مجبور ہو جسکو خدا نے

اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (پارہ نمبر۱۴ - سورہ نحل - ع ۱۴)	مگر جو مجبور کیا جائے اور اُسکا دل ایمان پر قائم ہو تو خیر -

کہکر معاف فرمادیا ہے یا جبکہ اسکا دل اس بات کو نہ مانتا ہو اور اگر یہ دونوں سبب نہ ہوں تو پھر اسے اظہار مافی الضمیر میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور نیز دنیا میں اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے اور کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے ایک زبان ہی ذریعہ ثبوت ہے اس لئے اقرار باللسان کو تصدیق بالقلب کے ساتھ شرط ایمان ٹھیرایا گیا ہے اور اکثر جگہ اس اعتقاد کو زبان سے کہنے کا حکم دیا گیا ہے - مثلاً :-

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا الخ (پارہ نمبر۱ - سورہ بقرہ - ع ۲)	مسلمانو! کہو کہ ہم تو اللہ پر اور قرآن پر جو ہماری طرف بھیجا گیا ہے ایمان لائے -
اور - اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (پارہ نمبر۲۶ - سورہ احقاف - ع ۲)	بیشک جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر اس عقیدے پر جمے رہتے ہیں -

البتہ اگر کوئی شخص ایسا فرض کیا جاوے جو تمام عمر کسی جنگل میں رہا ہے اور اُس نے کبھی کسی متنفس سے کلام نہیں

کی اور نیز بالفرض اس نے اسلامی قاعدہ کے مطابق نماز بھی نہیں ادا کی جسکے ہر رکن میں ان امور میں سے کسی نہ کسی کا زبانی اقرار ضرور ہوتا ہے لیکن دل سے وہ ان سب باتوں کو سچ مانتا اور پختہ اعتقاد رکھتا ہے تو وہ شخص حسب تحقیق بالا خدا کے نزدیک مومن ہوگا۔ گو عبادت نہ ادا کرنے کے سبب اسکو گنہ گار کہیں۔ کیونکہ بصورت مفروضہ اسکو اقرار باللسان کا موقع ہی نہیں پیش آیا۔

مذکورہ بالا آیات سے اگرچہ بیقین ثابت ہوا کہ خدا کے سوا اور بھی چار چیزیں ہیں جنکا برحق ماننا داخل ایمان ہے مگر بعض آیتوں سے بادی النظر میں صرف خدا پر ایمان لانا کافی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً:۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ
(پارہ نمبر ۸ - سورہ انعام - ع ۱۹)

(اے پیغمبر ان سے) کہو (ادھر) آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھکر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تمپر حرام کی ہیں (وہ) یہ ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔

اور۔ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ ممتحنہ - ع)

جبکہ انہوں نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ ہمکو تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جنکی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ (بھی) سروکار نہیں ہم تمہارے عقیدے کو بالکل نہیں مانتے اور ہم میں تم میں (کھلم کھلا) عداوت اور دشمنی ہمیشہ کیلئے (قائم) ہو گئی ہے۔ جبتک کہ تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ۔

اور انکے سوا اور بھی چند آیتوں سے ایسا گمان پیدا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ بعض مسلمانوں کو کہتے سنا ہے کہ صرف خدا کو ماننے والا کسی اور چیز کو نہ ماننے سے کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اول تو ہم انکو گذشتہ آیات کی طرف جن میں یوم آخر وغیرہ سے انکار کرنے والوں کو بصراحت کافر کہا گیا ہے۔ اور پھر اس آیت کی طرف توجہ دلاتے ہیں:۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝
(پارہ نمبر ۲۸ - سورہ حشر - ع ۳)

(منافقوں کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ آدمی کو کفر کی تعلیم (و تلقین) کرتا ہے پھر جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو (شیطان) کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کچھ سروکار نہیں میں خدا سے جو تمام جہان کا پروردگار ہے ڈرتا ہوں پھر ان دونوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ دونوں آگ میں (ڈکیلے جائینگے) (اور) اسمیں ہمیشہ رہینگے اور (تمام) سرکشوں کی یہی سزا ہے۔

کہ یہاں شیطان کی نسبت ثابت ہوا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے بلکہ اسکی طرف سے یہ دعویٰ بتایا گیا ہے کہ میں خدا سے

جو رب العالمین ہی ڈرتا ہوں اور پھر اسکو والی جہنمی کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو ماننے والا بھی کافر ہو سکتا ہے۔ اور پھر اگر یہ سوال ہو کہ اس قسم کی آیتوں میں اور صرف خدا کو ماننے کی آیتوں میں تناقض لازم آتا ہے تو اسکا جواب بھی قرآن ہی سے دیا جا سکتا ہے کیونکہ جن چار چیزوں کو ارکان ایمان بتایا گیا ہے انمیں سے کسی ایک کا انکار حسب ارشاد خداوندی بعینہ خدا کا انکار ہے۔ مثلاً پیغمبروں کی نسبت خدا فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ (پارہ نمبر ٦ سورہ نساء - ع ٢١)

بیشک جو لوگ خدا اور اوسکے پیغمبروں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ خدا اور اس کے پیغمبروں میں بیگانگی سمجھیں اور کہتے ہیں کہ انمیں سے بعض کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں ایمان و کفر کے بیچ بیچ رستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ تو ہیں جو پکے اور یقینی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہاں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو بعض انبیاء کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ظاہر ہے کہ جو شخص بعض انبیاء کو مانتا ہے وہ خدا کو بھی مانتا ہوگا۔ کیونکہ نبی کو ماننا یہی معنے رکھتا ہے کہ وہ خدا کا فرستادہ ہے پس فرستادہ کا خیال ہی ذہن میں نہیں آسکتا جبتک بھیجنے والے کا خیال نہ آئے اور ممکن نہیں کہ بھیجے ہوئے کو سچا مانیں اور پھر کہیں کہ بھیجنے والا کوئی نہیں۔ اور پھر ایسے شخصوں کو جو واقع میں خدا کو مانتے ہیں بعض انبیاء پر ایمان نہ لانے کے سبب منکرین خدا و رسول کہا ہے اور ایک اور جگہ فرمایا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (پارہ نمبر ١٨ - سورہ نور ع ٩)

(اے پیغمبر) جو لوگ اپنی ضرورتوں کے لئے تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو خدا اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں +

یہاں رسول کا حکم ماننے والوں کی نسبت فرمایا ہے کہ خدا و رسول کو ماننے والے وہی لوگ ہیں اور نیز فرمایا ہے :-

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝ (پارہ نمبر ٥ - سورہ نساء - ع ١١)

اور جو پیغمبر کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے اور جو پھر بیٹھا تو (اے پیغمبر تم سے کچھ باز پرس نہیں کیونکہ ہم نے تم کو کچھ انکا نگہبان (بناکر) تو بھیجا نہیں +

یہاں بھی رسول کی اطاعت کو بعینہ اپنی اطاعت کہا ہے پس ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ نبی کو نہ ماننا

بعینہ خدا سے کافر ہونا ہے اور نبی پر ایمان لانا بعینہ خدا پر ایمان لانا اور اسی طرح کتابوں کی نسبت ارشاد ہے:-

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى (پارہ نمبر ۷ - سورہ انعام - ع ۱۱)	اور (یہودیوں نے) جیسی قدر اللہ کی جاننی چاہیے تھی ویسی اسکی قدر نہ جانی کہ ضد سے کہنے لگے کہ خدا نے کسی انسان پر کتاب کی قسم کی کوئی چیز نہیں اتاری (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ وہ کتاب پھر کس نے اتاری جو موسےٰ لیکر آئے تھے۔

یہاں ایسے لوگوں کو جو خدا کو مانتے تھے اور حضرت موسیٰ کی کتاب کو بھی مانتے تھے (کیونکہ الزام کے طور پر انکو یہی جواب دیا گیا ہے کہ موسےٰ پر کس نے کتاب اتاری) ایک اور کتاب الٰہی پر ایمان نہ لانے کے سبب کہا گیا ہے کہ انہوں نے خدا کو جیسا چاہیے نہیں پہچانا جس سے ثابت ہوا کہ کسی ایک کتاب پر بھی ایمان نہ لانے سے خدا کی خدائی کا اعتقاد ناقص رہتا ہے اور ایسے شخص کو خدا پر پورا اعتقاد رکھنے والا نہیں کہہ سکتے۔ اور نیز ارشاد ہے:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰي مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ محمد - ع ۱)	اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے اور قرآن پر بھی ایمان لائے جو محمد پر اترا ہے اور وہ حقیقت میں انکے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے خدا نے انکے گناہ ان سے اتار دیئے اور انکی حالت بھی درست کر دی - یہ اس لئے کہ جنہوں نے کفر کیا وہ غلط رستہ پر چلے اور جو ایمان لائے انہوں نے اپنے پروردگار کا ٹھیک راستہ لیا - یوں اللہ لوگوں کو سمجھانے کیلئے حالات بیان کرتا ہے:

یہاں کتاب پر ایمان لانے والوں کو خدا کی حقانیت ماننے والے اور اس سے انکار کرنے والوں کو گمراہی کی اطاعت کرنیوالے فرمایا ہے جس سے ثابت ہوا کہ کتاب کو ماننا بعینہ خدا کو ماننا ہے اور اس سے اعراض بعینہ خدا سے اعراض ہے اور علیٰ ہذا قیامت کے بارے میں فرمایا ہے:-

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ	اور اگر تم (دنیا میں کسی بات پر) تعجب کرو تو کفار کا (یہ) قول بھی عجیب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائینگے تو کیا ہمکو (پھر) نئے جنم میں آنا ہے یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کا

أَعْنَاقِهِمْ وَأُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۝ (پارہ نمبر ۱۳ - سورہ رعد - ع ۱)	انکار کیا اور یہی لوگ ہیں جنکی گردنوں میں (قیامت کے دن) طوق پڑے ہونگے اور یہی لوگ ہیں دوزخی کہ دوزخ میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہینگے -

یہاں قیامت سے انکار کرنیوالوں کی نسبت فرمایا ہی کہ اسکا انکار صریح خدا کا انکار ہے اور یہ لوگ عذاب ابدی کے مستوجب ہیں اور نیز ارشاد ہے :-

إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۝ (پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۳)	(لوگو) تمہارا معبود خدائے واحد ہی تو جو لوگ (روز) آخرت کا یقین نہیں رکھتے انکے دل (ہی کچھ) اس قسم کے ہیں کہ کیسی ہی (اچھی بات ہو) انکار کر دیتے ہیں اور وہ (بڑے) مغرور ہیں -

یہاں قیامت کا انکار کرنیوالوں کی یہ خاصیت بتائی ہے کہ انکا دل ہمارا منکر ہوتا ہے اور اپنے تئیں کسی کا بندہ ہونے سے برتر جانتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ قیامت کو نہ ماننے والے دراصل خدا کی قدرت وجبروت سے اور اپنے بندہ اور مخلوق ہونے سے منکر ہوتے ہیں - اور ملائکہ کے بارے میں ارشاد ہے :-

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِينَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۲)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو کوئی جبریل (فرشتے) کا دشمن ہو (ہوا کرے) یہ (قرآن) اُسی (فرشتے) نے خدا کی حکم سے تمہارے دل پر اُتارا ہے اور (قرآن) ان (کتابوں) کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے (موجود) ہیں اور وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور اسکے پیغمبروں کا اور جبریل (فرشتے) کا اور میکائیل (فرشتے) کا تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے -

یہاں عداوت جبریل کیوجہ یہ برائی بیان کی ہے کہ وہ خدا کے حکم سے رسول اللہ پر وحی لاتا ہے اور اس جملے سے برائی اسی طرح ثابت ہوتی ہے کہ کہا جائے پس اس سے عداوت رکھنا بعینہ خدا سے اور اسکے حکم سے اور نیز رسول سے عداوت رکھنا ہے ؟ اور اسی جملہ کو مقدر مانکر آیندہ آیت چسپاں ہوتی ہے کہ جو خدا سے اور رسولوں سے اور فرشتوں سے عداوت رکھے وہ کافر ہے اور خدا بھی اسکا دشمن ہے - اگر کہا جائے کہ یہ حکم عداوت کا ہے جس سے مطلب کسی کی برائی چاہنا اور اس کے درپے ایذا ہونا ہے اور جو شخص فرشتوں کو نہیں مانتا وہ ان سے عداوت نہیں رکھتا تا اس سے خدا کا انکار یا اسکی عداوت

لازم آئے تو جواب یہ ہے کہ یہاں عداوت بمعنی انکار ہے کیونکہ اسی دوسری آیت میں کہا گیا ہے
کہ "جو خدا کا دشمن ہو" اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص خدا کو مان کر اسکا دشمن اور درپے ایذا نہیں ہوسکتا اور
بغیر ماننے عداوت کا وجود ہی محال ہے پس اگر ہوسکتا ہے تو خدا کا منکر ہی ہوسکتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ
عداوت سے اسکو یا اسکے حکموں کو نہ ماننا مراد ہے اور جب دلیل کے دوسرے مقدمہ میں عداوت سے انکار مراد
ہوا تو پہلے مقدمہ میں بھی یہی مطلب ہوگا ورنہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ غرض ثابت ہوا کہ فرشتوں کا انکار بھی
خدا کا انکار ہے اور عقلاً بھی کسی حاکم کے سفیر کو جسکے پاس قوی دلائل اپنی سفارت کے موجود ہوں (جیسی
صورت زیر بحث میں نہیں) یا اسکے فرامین کو جو واقع میں اسکی بارگاہ سے نافذ ہوئے ہوں (جیسے یہاں
فرشتے) نہ ماننا بعینہ اُس حاکم کی حکومت سے انکار کرنا ہے اور اسی طرح کسی بادشاہ کی اس طاقت سے انکار کرنا
کہ وہ اپنی رعایا کو کسی دن اپنے حضور میں فصل مقدمات کے لئے بلا سکتا ہے (جیسے یہاں قیامت) اسکو اپنے
اختیارات شاہی سے معزول کرنا ہے اور باوجود اس انکار کے اپنے تئیں مطیع اور فرمانبردار رعایا میں سمجھنا اور
دعوے کرنا کہ ہم بادشاہ کو مانتے ہیں گو اسکے ارکان دولت اور قوانین اور اختیارات کو نہیں مانتے سراسر لغو
اور بیمعنی ہے اور نیز انسان میں جو برخلاف دیگر مخلوقات کے فطرۃً اپنی موجودہ حالت سے بڑھنے اور ترقی کرنے کی
خواہش پیدا کیگئی ہے اسکی علت غائی یعنی جسمانی اور روحانی ترقی اُنہی کاموں سے حاصل ہوسکتی ہے جو منشاء
خداوندی کے مطابق اور اُسکی مرضی کے موافق ہوں پس اگر کوئی شخص خدا کی ہستی کا قائل ہو لیکن یہ اعتقاد رکھتا ہو
کہ خدا کی مرضی اور منشاء کو کوئی انسان معلوم نہیں کرسکتا یعنی بالفاظ دیگر کوئی رسول اور پیغمبر نہیں ہوسکتا یا یہ یقین
رکھتا ہو کہ خدا کسی انسان سے خطاب نہیں کرتا یعنی اسکی جانب سے کوئی کتاب نہیں نازل ہوتی تو وہ شخص منشاء خداوندی
نہ معلوم کرسکنے کے سبب تمام جسمانی اور روحانی ترقیوں سے ایسا ہی محروم رہیگا جیسا خود خدا کو نہ ماننے والا
اور اگر اتفاقاً کسی ایک آدھ بات میں اپنی عقل سے یا دیگر مذاہب الہامیہ کی اکثر موٹی موٹی اور قریب الفہم
قاعدوں کی تقلید سے راہ راست پالیگا تو اور بہت سی باتوں میں ضرور غلطی کھائیگا اور حقیقی معراج ترقی
تک ہرگز نہ پہنچ سکیگا اور اسی طرح جو شخص یہ مانتا ہو کہ کوئی ذریعہ یا طاقت ایسی موجود نہیں جس سے
انسان احکام و فرامین الٰہی سے واقف ہوسکے جسکو دوسرے لفظوں میں فرشتہ یا ملک کہتے
ہیں کیونکہ فرشتہ چاہے کوئی مستقل ہستی ہو۔ جیسا کہ اکثر مسلمانوں کا خیال ہے یا اُس
ملکۂ نبوت وغیرہ قوائے عاملہ کا نام ہو جس سے

ایک شخص خدا کے بے صوت ولفظ کلام کو سننے کے لائق ہو جائے جیسا بعض آزاد خیال مسلمان سمجھتے ہیں دونوں صورتوں میں وہ خدا اور بندہ میں احکام و فرائض پہنچانے اور قدرت وطاقت پیدا کرنیکا واسطہ ہے پس اس سے انکار کرنیوالا احکام آلہی کے انسان تک پہونچنے سے انکار کرتا ہے اور اسلئے وہ بھی حقیقی ترقی کے قواعد سے ناواقف اور حصول کمال سے محروم رہیگا - اور اسی طرح جو شخص کسی ایسے دن کا آنا ناممکن سمجھتا ہے جب علیٰ بدکاروں کو انکے اعمال کے مطابق سزا اور نیکوکاروں کو انکے مدارج کے موافق جزا دیگا اسکو کوئی طاقت اعمال بد سے روکنے اور حسنات کی ترغیب دینے والی نہ ہوگی اور یہ انسان کی سرشت میں داخل ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا جبتک اسکی اجر اور فائدہ کا اسکو یقین نہ ہو اور کسی بات سے نہیں رکتا تاوقتیکہ اسکو نقصان کا خوف نہ ہو اسلئے ایسا شخص بھی کسی صورت سے اپنے معیار ترقی تک نہ پہونچ سکے گا اور یہی اسباب ہیں جن سے خدا نے اپنے ایمان کے ساتھ ان چار چیزوں پر ایمان لانا ضروری گردانا اور انکے منکر کو ابدی جہنمی کافر اور منکر خدا کہا - غرض جن آیتوں سے صرف اقرار الوہیت پر نجات ابدی کا انحصار سمجھا جاتا ہے وہاں موقوف علیہ یعنی اقرار الوہیت ہی نہیں پورا ہوتا جبتک ان تمام باتوں کا اقرار نہ ہو البتہ جس شخص کے دل میں بالفرض یہ تفصیل نہ گذری ہو مثلاً کسی جنگل یا پہاڑ میں تمام زیست بسر کرنیکے سبب کسی رسول کی تبلیغ اور منادی اسکے کان تک نہ پہونچی ہو اور وہ بالاجمال خدا کو ہر بات میں سچا اور برحق مانتا ہو تو چونکہ وہ ان امور میں سے کسی کا منکر نہیں کہا جا سکتا اسلئے اس قسم کی آیتوں کے مطابق مومن ہے - اور انعام خداوندی کا مستحق اور ایسے ناواقف لوگوں کو مومنین میں شامل کرنیکی غرض سے خداوند ذوالانعام نے اکثر جگہ صرف اپنے تئیں معبود برحق اور ہر بات میں سچا ماننے کا اجمالی حکم دیا اور جن لوگوں تک ان تمام امور کی تفصیل پہنچ چکی ہے انکے واسطے ان سب پر ایمان لانے کا مفصل اور مشرح حکم مختلف پیرایوں میں صادر فرمایا اور جیسا گذشتہ آیات ایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوا امور مذکورہ میں سے ہر ایک کے ذکر پر اسکے نہ ماننے والوں کو کافر کہا اور پھر مختلف موقعوں پر کفر کی وجہ بھی بتادی کہ انکو نہ ماننا خدا کے انکار کا مستلزم ہے اور یہی اجمال وتفصیل کا فرق ہے جسکو نہ سمجھنے سے ناقص ایمان خدا کے سوا دیگر ارکان کی عدم ضرورت کا خیال پیدا ہوا -

البتہ ایک آیت کی تشریح ابھی اور کسی قدر ضروری ہے جہاں فرمایا ہے :-

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (پارہ نمبر ۵ سورہ نساء ع ۷)	اللہ تو اس (جرم) کو معاف کرنیوالا نہیں کہ (کسی کو) اسکا شریک گردانا جائے ہاں اسکے سوا جو گناہ چاہے جسکو چاہے معاف کردے

کہ یہاں شرک کے سوا اَور سب باتوں کو معاف کر دینے کی امید دلوائی ہے اور بظاہر مذکورہ بالا چاروں امور میں سے کسی کو نہ ماننا گو خدا کو فی الواقع نہ مانتا ہو مگر اسکے ساتھ کسی اَور کو شریک کرنا نہیں ہو اور اسلئے قابل مغفرت ہو لیکن یہ احتمال بھی اسی آیت میں غور کرنیسے رفع ہو جاتا ہو اسلئے کہ اگر شرک سے مراد خدا کو مان کر اسکے ساتھ کسی اَور چیز کو کسی صفت کمال میں اُس جیسا سمجھنا ہو تو اسکا غیر جسے ما دون سے تعبیر کیا گیا ہے خدا کو مان کر کسی اَور کو شریک نہ کرنا ہوگا - اور اگر شرک سے یہ مطلب ہے کہ خدا کی ہستی سے بالکل انکار ہو اور اسکے سوا اَور چیزوں کو مدبر عالم وغیرہ صفات سے متصف سمجھے تو اس صورت میں بھی اسکا غیر خدا کا اقرار بے شائبہ شرک ہوگا - اور جب دونوں صورتوں میں ما دون ذٰلک میں خدا کا اقرار ضروری ہو اور یہ ثابت ہو چکا کہ خدا کا اقرار جب ہی پورا ہوتا ہو کہ ان چاروں پر بھی ایمان نہ ہو ورنہ کسی نہ کسی جہت سے اقرار الوہیت میں نقص رہتا ہو تو معلوم ہُوا کہ انمیں سے کسی کا انکار کرنیوالا ما دون میں داخل نہیں تا مغفرت کا مستحق ہو - البتہ اگر آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ جو شخص خدا کے ساتھ شرک نہ کرے چاہے وہ سرے سے خدا کو ہی نہ مانتا ہو وہ بھی بخشا جائیگا تو بیشک اس معنے سے منکر رسول ضرور نجات کا مالک ہو مگر اس آیت کا یہ مطلب شاید کوئی عقلمند نہ سمجھا ہوگا

یہاں ایک اَور نکتہ کا ذکر بھی خالی از لطف نہ ہوگا کہ آیات ایمان میں جس طرح اکثر جا صرف خدا پر ایمان لانے کا ذکر ہو جس سے احتمال مذکور پیدا ہُوا اسی طرح اکثر جگہ صرف رسول یا کتاب یا قیامت پر ایمان لانیکا حکم ہو اور اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ اگر کوئی شخص صرف رسول پر ایمان لے آئیگا تو چونکہ رسول تمام مدارج ایمان کی تشریح کرنیوالا اور ہر ضروری امر کی ہدایت دینے والا ہو اسلئے وہ شخص ضرور ہی اُسکی تبلیغ سے تمام امور مذکورہ پر ایمان لے آئیگا اور اگر صرف کتاب کو مان لیگا تو اس میں بھی تمام مدارج کی تفصیل درج ہونیکے سبب اُسے لامحالہ سب باتوں پر ایمان لانا پڑیگا - اور علیٰ ہذا اگر کوئی صرف قیامت کے آنیکا یقین رکھیگا - تو اُسے مجبوراً اُن امور کو تلاش کرنا پڑیگا جن پر کاربند ہونے سے وہ اس دن سُرخروئی حاصل کرے اور عذاب و نکال سے نجات پائے اور اس لئے ضرور ہی خدا کی راہ بتانے والے پیغمبروں اور اُسکی اُتاری ہوئی کتابوں کی طرف رجوع لائیگا اور اس طرح تمام مراتب ایمان کو طے کر لیگا - لیکن اگر صرف ایک نورانی مخلوق یعنی فرشتوں کو ماننا ہوگا تو جبتک اُنکے افعال یعنی تنزیل وحی وغیرہ اور اُن چیزوں کو جن سے ان افعال کا تعلق ہے یعنی احکام آلہی اور پیغمبروں کو نہ مانے مذکورہ بالا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا - اسلئے کلام اللہ میں صرف ملائکہ پر ایمان لانیکا حکم نہیں ہو اور ہر جگہ ایمان بالملائکہ کے ساتھ خدا و رسول پر ایمان لانے کا بھی حکم ہے -

مذکورہ بالا پانچوں ارکان ایمان میں سے کسی کا انکار بجز جبر کی صورت کے اور کسی وجہ سے ہو کفر اور باعث عذاب ابدی ہے۔ جبر کی صورت کو تو معلوم ہو چکا ہے کہ خدا نے

اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ

(پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۱۴)

مگر جو مجبور کیا جائے اور اسکا دل ایمان پر قائم ہو تو خیر۔

کہکر مستثنے کر دیا ہے اور ایک اور جگہ فرمایا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِہِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوْا فِیْہَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰىہُمْ جَہَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۙ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَہْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۙ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْہُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۴)

جو لوگ (مشرکین میں پڑے رہنے اور اپنے دین کی خرابی سے) اپنے اوپر آپ ظلم کر رہے ہیں فرشتے انکی جان قبض کرتے پیچھے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم (دار الحرب میں پڑے پڑے) کیا کرتے رہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو وہاں بے بس تھے فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی (اتنی لمبی چوڑی) زمین (اس قدر) گنجائش نہیں رکھتی تھی کہ کہیں کو ہجرت کر کے چلے جاتے غرض یہ وہ لوگ ہیں جنکا ٹھکانا دوزخ ہے اور (بہت ہی) بری جگہ ہے مگر (ہاں) جو مرد اور عورتیں اور بچے اسقدر بے بس ہیں کہ انسے کوئی حیلہ کرتے نہیں بن پڑتا اور نہ انکو (باہر نکل جانیکا) کوئی رستہ سوجھ پڑتا ہے تو امید ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔

یہاں جبر کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ جو لوگ ہجرت نہ کر سکیں اور کسی طرح کفار کے تحت سے نہ نکل سکیں وہ مجبور ہیں اور اس حالت میں اگر زبان سے کفر کا اقرار کریں تو ماخوذ نہ ہونگے اور نیز جبر کی صورت میں جو انکار ہوتا ہے وہ صرف زبان سے ہوتا ہے اور اس لئے واقع میں یہ انکار انکار ہی نہیں کیونکہ ایمان و کفر ثابت ہو چکا ہے کہ افعال قلب میں سے ہے اور جس طرح صرف زبان کا اقرار اگر دل سے نہ ہو نفاق اور سراسر غیر مقبول ہے اسی طرح یہ جبری انکار بھی نا قابل اعتراض اور قابل عفو ہے اور اگر جبر نہ ہو تو بلکہ دل سے انکار ہو بایں طور کہ وہ دلائل ایمان کو غلط اور اپنے اعتقاد کو مدلل سمجھتے ہوں یا دلائل ایمان کو اگرچہ دل مانتا ہو مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے انکے نتیجہ کو اپنے دل میں جگہ نہ دیتے ہوں یا مخالف و موافق دلیل میں امتیاز کرنے اور حق و باطل کو جدا کرنے کی طرف توجہ نہ کرتے ہوں اور صرف دیگر کفار کی تقلید سے ایسے غلط اعتقاد پر قائم ہوں۔ ان سب صورتوں میں وہ کافر ہیں۔ اپنے اعتقاد کو مدلل مانکر اسپر قائم رہنے والے کفار کا ذکر اور انکی

لغو دلائل کی تردید قرآن پاک میں بکثرت ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا موضوع بحث ہی صرف یہ مضمون ہے ۔ مثلاً فرمایا ہے :-

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۵

(پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل ع ۵)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو نہ تو ہم اسکے سوا کسی اور کی پرستش کرتے اور نہ ہمارے بڑے ہی کرتے اور نہ ہم اسکی حکم کی بدون (اپنی طرف سے) کسی چیز کو حرام ٹھیراتے۔ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی (حیلہ حوالہ) کیا تو پیغمبروں پر سوا اسکے کہ (احکام خدا) صاف طور پر پہنچا دیں اور کچھ ذمہ داری نہیں۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۵ (پارہ نمبر ۱۴ سورہ نحل ع ۵)

اور یہ منکر خدا کی بڑی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اسکو (دوبارہ) نہیں اٹھا کھڑا کریگا۔ اے پیغمبر ان سے کہو ضرور اٹھائیگا یہ اسکا وعدہ حق ہے مگر اکثر لوگ اسکا یقین نہیں کرتے ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۵ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ

(پارہ نمبر ۲۲ - سورہ سبا ع ۴)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی (عذاب خدا سے) ڈرانیوالا نہیں بھیجا مگر وہاں کے آسودہ لوگوں نے کہا کہ جو احکام تمکو دیکر بھیجا گیا ہے ہم تو انکو مانتے نہیں اور (اسی طرح) یہ کفار بھی کہتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد (تم سے) زیادہ رکھتے ہیں اور (آخرت میں) ہمکو عذاب نہیں ہوگا۔

اور عناد کے بارہ میں بھی اکثر ذکر ہے۔ مثلاً فرمایا ہے :-

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۵

(پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۱)

اور جب انکی طرف ایسی کتاب خدا کے پاس سے آئی کہ جو انکے پاس کتاب ہے اسکی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور یہ لوگ اس سے پہلے اس کتاب اور مذہب کے وسیلے سے کافروں پر غالب آنیکی دعا مانگا کرتے تھے۔ تو جب ایسی چیز آگئی جسکو وہ خوب طرح جانتے پہچانتے ہیں تو لگے اس سے کفر کرنے۔ پس ایسے کافروں

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (پارہ نمبر ۷ سورہ انعام ع ۲)

جن لوگوں کو ہم نے الہامی کتابیں دی ہیں وہ پیغمبر عربی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو مگر جنکی جانیں خسارہ میں رہنے والی ہیں وہ تو ایمان لانے کی نہیں ۔

آیت	ترجمہ
يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر۳ - سورہ آل عمران - ع ۷)	اے اہل کتاب! تم دیکھ بھال کر خدا کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو - اے اہل کتاب تم سچ جھوٹ کو کیوں گڈ مڈ کرتے ہو اور جان بوجھ کر کیوں حق کو چھپاتے ہو؟
اور تقلید کے بارہ میں ارشاد ہے:-	
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ (پارہ نمبر۷ - سورہ مائدہ - ع ۱۴)	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب خدا نے اتاری ہے اسکی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں کہ جس رستہ پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمارے لئے بس ہے چاہے انکے باپ دادا کچھ بھی جانتے ہوں اور ہدایت پائے ہوئے ہوں۔
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۣالْقَوْلَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (پارہ نمبر۲۲ سورہ سبا ع ۴)	اور کافر کہتے ہیں کہ ہم تو نہ قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اُن کتابوں پر جو اس سے پہلے ہیں اور اے پیغمبر کاش تم دیکھو جب قیامت کے دن یہ ظالم اپنے پروردگار کے حضور میں جوابدہی کیلئے کھڑے کئے جائیں گے اور ایک کی بات ایک رد کر رہا ہوگا کہ کمزور یعنی ادنےٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔

اور ایمان و تصدیق کی بھی قریب یہی صورت ہے۔ اُدھر جبر کی وجہ سے زبانی کلمہ کفر کہنے والے اور دل سے ایمان رکھنے والے قابل معذوری ہیں اِدھر طمع اور کسی مفاد کے خیال سے زبانی ایمان لانے والوں اور دل سے انکار کرنیوالوں کا اقرار غیر مقبول اور نا قابل توجہ ہے اور ایسے لوگوں کا ذکر جنکو اصطلاح شرع میں منافق کہتے ہیں قرآن میں اس کثرت سے ہے کہ اُسکے استشہاد کی ضرورت نہیں یہاں پہونچکر نہائت حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کے قول پر جو کہتے ہیں کہ اسلام میں جبراً مسلمان بنانے کا حکم ہے یا بانیٔ اسلام نے معاذ اللہ بزور شمشیر اپنے دین کو پھیلایا۔ حالانکہ قرآن مجید بآواز بلند اور بتکرار کہتا ہے کہ ڈر یا لالچ سے جو لوگ اسلام قبول کریں۔ وہ یقیناً کافر اور نا قابل مغفرت ہیں بلکہ

آیت	ترجمہ
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ	بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے

کہکرا انکو دیگر کفار سے بھی زیادہ مورد غضب خداوندی ثابت کرتا ہی۔ پس جو مذہب اس شدید مدسی جبری اقرار کو غیر مقبول بتاتا ہو وہ کیونکر جبر کرنیکا حکم دیسکتا ہے +

اور جس طرح اپنے اعتقاد وکفر کو مدلل جاننے والے کافر مطلق اور ناری ہیں اسی طرح بدلائل ایمان لانے والے مومن کامل اور ناجی ہیں اور جس طرح بہ تقلید کفر اختیار کرنیوالے واقعی کافر ہیں اسیطرح بہ تقلید ایمان لانیوالے واقعی مسلمان۔ ان دونوں میں سے ایمان بتقلید کی کسی طرح تشریح ضروری ہے۔ کیونکہ عام طور پر علماء اسلام عقائد کی کتابوں میں ایمان بالتقلید کو غیر معتبر اور نامقبول کہتے ہیں۔ پس یہاں اگر تقلید سے یہ مطلب ہے کہ امور مذکورہ پر پختہ اعتقاد نہ ہو۔ بلکہ دلی تذبذب کے ساتھ لوگوں کے کہنے سے تصدیق کرلیجائے تو بیشک ایسا اعتقاد نامقبول ہے کیونکہ گذشتہ تحقیق سے معلوم ہوچکا ہے کہ ایمان کیلئے دلی اعتقاد اور پختہ یقین مطلوب ہے اور ارشاد ہے :-

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ حجرات - ع ۲)	پس دیکھیے، مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر (کسی طرح کا) شک (وشبہ) نہیں کیا اور اللہ کے رستے میں اپنی جان ومال سے کوشش کی (حقیقت میں) یہی سچے (مسلمان) ہیں۔

اور نیز فرمایا ہے :-

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۹)	اور بعض انمیں ان پڑھ ہیں جو دل سے لفظوں کے (بڑبڑانے کے) سوا کتاب (الہی کے مطلب) کو (کچھ بھی) نہیں سمجھتے اور وہ فقط خیالی تکے چلایا کرتے ہیں +

جس سے ثابت ہوا کہ اوپر سے دل سے ماننے والے یا ظن اور شک کرنیوالے مسلمان نہیں ہیں اور اگر تقلید سے یہ مراد ہو کہ اعتقاد تو پختہ ہو۔ لیکن خود دلائل کو نہ پرکھا ہو اور صرف دوسروں کے بتانے پر یقین کرلیا ہو اور تقلید سے جو تحقیق کے مقابل بولی جاتی ہے مطلب بھی یہی ہوا کرتا ہے تو ایسے اعتقاد کا نامقبول ہونا قرآن سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اسکے خلاف قرآن کا ارشاد ہے :-

(۱) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ	اور (دیکھو)، مناسب نہیں کہ مسلمان (اپنے گھروں سے) سب کے سب نکل کھڑے ہوں ایسا کیوں نہ کیا کہ انکی ہر ایک جماعت کے کچھ لوگ (اپنے گھروں سے) نکلے ہوتے کہ دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب کچھ کر

يَحْذَرُوْنَ ۵ (پاره نمبر ۱۱ - سورہ توبہ - ع ۱۵)	اپنی قوم میں واپس جاتے تو اُنکو (نافرمانی خدا سے) ڈراتے تاکہ وہ لوگ (بھی برے کاموں سے) بچیں ۔

یہاں ہر شخص کو دلائل و براہین کا پورا علم حاصل کرنے اور فقہ یعنی کامل تحقیق سے بہرہ یاب ہونیکی فرض سے معاف رکھا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ہر فرقے میں کچھ لوگ ایسے ہوں جو اپنا تمام وقت تحقیق دین میں صرف کریں اور اُسکے مالہٗ اور ماعلیہ سے مطلع ہوں اور پھر وہ لوگ پسماندگان کو اُنکے نفع نقصان سے آگاہ کریں شاید وہ اُنکا کہنا مان لیں اور راہِ راست پر آجائیں پس اگر پسماندگان کو اسی کامل تحقیق کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہو تو سب کو سفر کرنے اور علم حاصل کرنیکا حکم ہوتا کیونکہ وہ لوگ اپنے گھروں کا کاروبار میں مصروف رہ کے اور وقت کا بہت سا حصہ امور معاش میں صرف کر کے اُن جیسا تبحر نہیں حاصل کر سکتے جنہوں نے اپنا تمام وقت اسی میں صرف کیا ہو۔ پس وہ لوگ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ اپنے ان عالم بھائیوں کی تحقیق پر بھروسہ کریں اور اُنکی ہدایت کے موافق اپنے اعتقاد کو درست کر لیں اور یہ بعینہٖ تقلید ہے ۔ (۲) اور ایک اور جگہ فرمایا ہے :-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۵ (پاره نمبر ۲۷ - سورہ طور - ع ۱)	اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنکی اولاد ایمان کیساتھ (دینی عادتوں میں) اُنکی پیروی کرتی رہی (تو ہم جنتیوں کی پاس خاطر سے) اُنکی اولاد کو (بھی جنت میں) اُنکے ساتھ لیجا شامل کرینگے اور جنتیوں کے اعمال (کے صلے) میں سے کچھ بھی کم نہ کرینگے (اور) ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گرو ہے

یہاں مؤمنین کی اولاد کی نسبت ارشاد ہے کہ اگر وہ بھی ایمان میں اپنے آبا و اجداد کا اتباع کریں تو مؤمن اور مستحق رحمت باری ہونگی۔ پس اگر اولاد کے لئے سقم و صحت سے ماہر ہو کر پوری تحقیق کے ساتھ ایمان لانیکا حکم ہو تو اُسکو آبا و اجداد کا اتباع کہنا معاذ اللہ غلط ہوگا۔ کیونکہ وہ بجائے خود مستقل اور کامل ایمان ہے اور اس ایمان کا ثواب اور اجر اُنکا حق ہے۔ کوئی زائد از استحقاق احسان نہیں جسکی نسبت کہا جائے کہ اسکے بدلے ہم ماں باپ کے ثواب میں کچھ کمی نہ کرینگے۔ اور نیز ایسی صورت میں اس آیت سے کسی جدید حکم کا فائدہ بھی نہ ہوگا۔ اسلئے کہ اپنی تحقیق سے مسلمان ہونے والا ہر حال میں مسلمان ہے چاہے اُسکے ماں باپ مسلمان ہوں یا نہ ہوں پھر ماں باپ کا اتباع کرنے اور اُنکی ساتھ اُنکے ثواب میں بطور رحمت خاص حصہ لینے اور ماں باپ کے ثواب کو کم نہ کرنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ ماں باپ اپنی تحقیق سے ایمان لائے ہوں۔ اور

اسلئے بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں اور اولاد نے وہ درجہ تحقیق کا نہ حاصل کیا ہو بلکہ اپنے ماں باپ کی تقلید سے تصدیق کرلی ہو اور اس لئے وہ از روئے استحقاق اُس اجر کے دعویدار نہ ہو سکتے ہوں مگر خداوند کریم اپنی رحمت سے انکو بھی ماں باپ جیسا رتبہ بخشے۔ اور باایںہمہ ماں باپ کے عقدہ میں کمی نہ کرے (۳) ایک اور موقعہ پر فرمایا ہے :۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝

(پارہ نمبر ۲۴ سورہ مومن ع ۴)

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مرد ایماندار تھا (اور) اپنے ایمان کو چھپاتا تھا وہ (یہ ماجرا سنکر) بولا کہ کیا تم (صرف اسلئے) ایک شخص کے قتل کے درپے ہو کہ وہ خدا ہی کو اپنا پروردگار بتاتا ہے حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہارے پاس معجزے لیکر بھی آیا ہے اور اگر (بالفرض یہ شخص) جھوٹا بھی ہو تو اُسکے جھوٹ کا وبال اُسی پر پڑیگا۔ اور اگر سچا ہوا تو جس جس (عذاب) کا تمسے وعدہ کرتا ہے کوئی نہ کوئی (تو) تم پر (ضرور) آنازل ہوگا بیشک جو شخص حد سے بڑھا ہوا (اور) جھوٹا ہو خدا اسے (نیک) ہدایت

یہاں منجملہ دلائل ایمان کے ایک مومن کی زبان سے یہ دلیل بھی بیان فرمائی ہے کہ اگر تم نبی کے دلائل باہرہ اور براہین ساطعہ کو نہیں سمجھ سکتے تو اتنا تو خیال کرو کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو تمہارا کچھ بگڑنے کا نہیں اور اگر سچا ہے تو پھر نہ ماننے سے تم ضرور نقصان اوٹھاؤگے اور یہ تلقین بعینہٖ تقلید کی تلقین ہے اور جو لاکھوں کلمہ گو علم و فضل سے بے بہرہ دنیا کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں اور وہ اسی قسم کے اقناعی ثبوت پر اپنے دل کو جمائے ہوئے ہیں اور اپنے مذہب کی قوی دلیلوں کے نام سے بھی واقف نہیں پس اگر وہ سب درحقیقت کافر ہیں اور درجہ تحقیق نہ حاصل ہونیکے سبب انکا ایمان حالانکہ سچے دل سے ہے غیر مقبول ہے تو اس مومن آل فرعون کی یہ ہدایت بالکل بے سود ہے اور قرآن کریم میں ترغیب و تحریص کے موقع پر اسکا ذکر کرنا معاذ اللہ بے معنی اور مہمل ہے *

اور واقع میں جو فیوض و برکات اور جو روحانی و جسمانی ترقی انسان کو ایمان سے حاصل ہو سکتی ہے وہ اسی بات پر منحصر ہے کہ دل میں پختہ اعتقاد ہو خواہ وہ پختگی اپنی تحقیق سے حاصل ہوگئی ہو یا دوسروں کی تلقین و ہدایت سے اور تجربہ بتاتا ہے کہ جسقدر پختگی و مضبوطی جہلا کے اس تقلیدی ایمان میں ہوتی ہے

علما بسا اوقات باایں ہمہ تبحر و تحقیق اسپر رشک کرتے ہیں - خوب کہا ہے سہ

مرو در عرصۂ دانش کز آسیب تنک فہماں	یقین را در پناہ پردہ داران گمان بینی

اور علیٰ ہذا جو نکبت و ادبار اور ظلمت اندرونی و بیرونی کفر پر مترتب ہے وہ بھی اسی دلی انکار یا شک پر موقوف ہی چاہیے وہ انکار اپنی طرف سے ہو یا اوروں کے بہکانے سے کیونکہ اگر دلمیں خدا کی ہستی اور اسکی احکام و فرامین کا یقین ہی نہیں تو اسکے منشاء کے موافق عمل کرنیکی ترغیب بھی نہ ہوگی اور اگر ایسا یقین حاصل ہے تو پھر ضمیر اسکو ضرور افعال حسنہ کی جانب بلائیگا اور اطوار قبیحہ پر ملامت کریگا اور یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے آئندہ کا عروج یا تنزل پیدا ہو سکتا ہے اور یہ اثر تقلید اور تحقیق دونوں صورتوں میں موجود ہے - پس کفر بالتقلید کی شقاوت اور ایمان بالتقلید کی سعادت ایک ہی اصول پر مبنی ہے اور جب کفر بالتقلید کی شقاوت کو مانتے ہیں تو ایمان بالتقلید کی سعادت سے انکار نہیں ہو سکتا*

ایمان بالتقلید کی نامقبولیت کے لیئے شائد یہ آیت پیش کیجاوے :-

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۝ (پارہ نمبر ۱۹ سورہ فرقان ع ۶)	اور (نیز) وہ لوگ کہ جب انکو انکے پروردگار کی آیتیں سنا کر نصیحت کیجائے تو اندھے اور بہرے ہو کر انپر نہ گریں*

مگر اس بارہ میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ یہاں خداوند کریم نے عباد الرحمان یعنی خدا کے راستباز بندوں کی چند خصوصیتیں ذکر کی ہیں - مثلاً :-

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ (پارہ نمبر ۱۹ - سورہ فرقان - ع ۶)	اور (نیز) وہ جھوٹی گواہی نہ دیں اور جو (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس سے ہو کر گذریں تو وضعداری سے گذر جائیں
اور وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (پارہ نمبر ۱۹ سورہ فرقان ع ۶)	اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ انکا خرچ بیچ کی راس کا ہو -

وغیر ذٰلک - اور ظاہر ہے کہ جس شخص میں یہ باتیں ہوں مگر دلی اعتقاد ہو وہ اگرچہ گناہگار ہوگا مگر کافر نہ ہوگا - اور اُسکو وہ لوگ بھی مانتے ہیں اور نیز خدا نے بھی یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ایسے لوگ کافر ہیں بلکہ انکی سچی اطاعت اور کامل فرمانبرداری کا ذکر ہے اور یہ مطلب ہے کہ ان اوصاف والے اوروں سے فائق اور افضل ہیں اور منجملہ اُن اوصاف کاملہ کے جو ایسے نیک بندوں کی ترجیح اور فضیلت کا باعث ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ پوری تحقیق اور کامل تدبر سے فرامین خداوندی کو مانتے ہیں اور اس میں کلام نہیں کہ ایسے بندے ماوشما سے

جو شخص ثنائی باتوں پر ایمان لے آئے ہیں بمراتب ارفع اور اعلیٰ ہیں مگر جس طرح لغویات اور اسراف کے مرتکب کافر نہیں اسی طرح تقلیدی ایمان والے بھی کافر نہیں ہیں +

جس قدر تحقیق ایمان و کفر کی تعریف دریافت کرنے کے لئے امکان میں تھی وہ کیگئی اور اس سے ایمان کی تعریف ثابت ہوئی کہ پانچوں امور مذکورہ کو صدق دل سے ثابت اور برحق ماننا ہے اور جبر یا اور کوئی مانع نہ ہونے کی صورت میں زبان سے اقرار کرنا اور جب ایمان کی تعریف میں پانچ باتوں کی تصدیق داخل ہے تو انمیں سے کسی ایک کی تکذیب خواہ اور چاروں کی تصدیق ہو یا سب کی تکذیب ایمان نہ ہوگا۔ پس صرف اس دلیل سے بھی اور نیز آیات گذشتہ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ کفر کی تعریف ان پانچوں کا یا پانچ میں سے چند کا نہ ماننا اور ان تفاصیل تک نہ پہونچنے والوں کے لئے ایمان کی تعریف بالاجمال خدا کو تمام صفات اور تمام احکام میں حق اور راست ماننا اور کفر کی تعریف اسکی کسی صفت یا حکم سے انکار کرنا ہے اور آیات کلام اللہ میں سے جن آیات میں صرف خدا پر ایمان لانیکا حکم ہے انکو ایمان مجمل کی تعریف اور جنمیں پانچوں امور کا ذکر ہے انکو ایمان مفصل کی تعریف کہا جا سکتا ہے اور جن آیات میں ایمانیات کے ساتھ اعمال خارجی کا بھی ذکر ہے ۔ مثلاً :۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۞ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ حجرات ع ۲)	بس ﴿سچے﴾ مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور پھر ﴿کسی طرح کا﴾ شک ﴿و شبہ﴾ نہ کیا اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کی یہی لوگ سچے ﴿مسلمان﴾ ہیں +
اور إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۞ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۞ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۞ (پارہ نمبر ۹ - سورہ انفال - ع ۱)	سچے مسلمان تو وہی ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو انکا دل دہل جاتا ہے ۔ اور جب آیات الٰہی انکو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو وہ انکو ایمان کو اور بھی زیادہ کردیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں جو نماز پڑھتے اور جو ہمنے انکو روزی دی ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہی ہیں سچے ایماندار ۔ ان کے لئے انکے پروردگار کے ہاں ﴿بڑے بڑے﴾ درجے ہیں اور گناہوں کی معافی اور عزت ﴿و آبرو﴾ کی روزی +

انکو ایمان کامل یا تقویٰ اور نجات بے تقدیم عذاب کی تعریف سمجھنا چاہیئے اور چونکہ ایمان صرف دل سے تعلق رکھتا ہے یا زیادہ سے زیادہ زبان سے اور کسی کے دل کا حال معلوم کرنا یا ہر شخص سے زبانی اقرار کروانا محال یا مشکل ہے اور معاملات دنیوی میں مؤمنین اور غیر مؤمنین کا باہمی سلوک و برتاؤ مختلف ہے اور اس لیے تعارف کے وقت یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مخاطب مسلمان ہے یا نہیں اس لئے اُس حکیم و خبیر نے اسکے واسطے ایک آسان علامت بتا دی ہے اور فرمایا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء ع ۱۳)	مسلمانو! جب تم اللہ کے رستہ میں (لڑنے کیلئے) باہر نکلو تو (جن لوگوں پر چڑھ کر جاؤ انکا حال) اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص (اظہار اسلام کیلئے) تمہیں سلام علیک کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں

یعنی اجنبی سے ملنے کے وقت اُسکا اسلامی قاعدے کے موافق سلام سے پیش آنا اسکو مسلمان سمجھنے کیلئے کافی ہے اور جبتک ارکان ایمان کا انکار اسکی زبان سے نہ سنو تقدیم سلام سے اسکو مسلمان جانو اور ان گذشتہ کثیر التعداد آیات کو ملاحظہ کرنیکے بعد اس آیت سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اگر ہمکو کسی شخص کا امور مذکورہ سے منکر ہونا بیقین معلوم ہو جائے تب بھی صرف السلام علیکم کہنے سے اسے مؤمن کہیں اور علاوہ اُن آیات کے خود اس آیت میں فتبینوا کی قید لگا دی ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ اگر یقینی علم اسکے مؤمن یا کافر ہونیکا حاصل کرنا ہو تو اسکے عقائد کی تحقیق کر لو اور تحقیق کے بعد اسکے ایمان یا کفر کا مدار ظاہر ہے کہ اُنہی ارکان کی تصدیق یا تکذیب پر ہوگا اور اسی طرح اس آیت میں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ (پارہ نمبر ۲۸ - سورہ مجادلہ ع ۳)	(اے پیغمبر) جو لوگ اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں انکو تم نہ دیکھوگے کہ خدا اور اسکے رسول کے مخالفوں کے ساتھ دوستی رکھیں گو وہ اُنکے باپ یا اُنکے بیٹے یا اُنکے بھائی یا اُنکے کنبہ ہی کے (کیوں نہ) ہوں - یہی (وہ پکے مسلمان) ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے انکی تائید کی ہے

ایمان کامل کی علامت بیان فرمائی کہ وہ لوگ دشمنان خدا و رسول اور ایسے لوگوں سے جو رسول کے درپئے ایذا اور دین کے درپئے تخریب ہوں دوستی نہیں رکھتے۔

جس طرح کلام اللہ میں ایمان مجمل - ایمان مفصل - ایمان کامل اور علامات ایمان کی تفصیل ہے احادیث

نبوتی میں بھی اسی طرح سب مدارج کا اپنے اپنے موقع پر ذکر ہی مثلاً بخاری و مسلم کی اس مشہور حدیث میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور جسمیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے چند سوال کئے گئے ہیں اسلام یعنی ایمان کامل کی تعریف میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی:۔

الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله وتقيم الصلوة وتؤتي الزكوة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطعت اليه سبيلا ۃ۔	اسلام یہ ہی کہ تو شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اور نماز پڑھو اور زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور اگر سفر کی قدرت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرے +

اور ایمان مفصل کے بارہ میں فرمایا:۔

ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وبالقدر خيره وشره +	یہ کہ خدا پر اسکے فرشتوں۔ کتابوں۔ پیغمبروں اور روز قیامت پر ایمان لائے اور مانے کہ تقدیر کی بھلائی برائی سب خدا کی طرف سے ہی +

اور حضرت ابی ذرؓ کی روایت کردہ متفق علیہ حدیث میں ارشاد ہے:۔

ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة	کوئی بندہ ایسا نہیں جو لا اله الا الله کہے اور اسی عقیدہ پر مر جائے اور پھر جنت میں نہ داخل ہو۔

یہاں جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہی ایمان مجمل کی تعریف ہی اور خود اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ ملائکہ و رسل وغیرہ پر ایمان لانا ضمناً خدا پر ایمان لانے میں داخل ہی کیونکہ حضرت ابوذرؓ نے جن باتوں کو ایمان باللہ میں داخل نہیں سمجھا مثلاً زنا اور سرقہ انکی نسبت تعجب سے عرض کی کہ یا رسول اللہ زانی اور سارق بھی خدا پر ایمان لانے سے نجات پا سکتے ہیں۔ پس اگر امور مذکورہ بھی خارج ہوتے تو وہ ضرور استفسار کرتے کہ ملائکہ وغیرہ پر ایمان لانے سے بھی جنت مل سکتی ہی اور بخاری میں حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے،

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى كذبني ابن آدم ولم يكن له ذلك وشتمني ولم يكن له ذلك فاما تكذيبه اياي فقوله لن يعيدني كما بدأني وليس اول الخلق باهون علي من اعادته واما شتمه اياي فقوله	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہی کہ ابن آدم نے مجھ کو جھٹلایا اور اسے یہ شایاں نہ تھا اور اس نے مجھے گالیاں دیں اور اسے ایسا نہ چاہئے تھا اسکا میری تئیں جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہی کہ جیسا اس نے مجھے پیدا کیا ہی پھر اسطرح زندہ نہ کریگا حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا مجھ پر دوبارہ زندہ کرنے کی نسبت کچھ زیادہ آسان نہ تھا اور گالیاں

اتخذ الله ولدا وانا الاحد الصمد الذی
لم الد ولم اولد ولم یکن لی کفوا احد

جو اس نے مجھے دیں یہ ہیں کہ وہ کہتا ہے خدا کی ہاں بیٹا ہوا حالانکہ
میں یگانہ اور مستغنی ہوں نہ میرا کوئی بیٹا اور نہ میں کسی کا بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے

یہاں ایمان مجمل کیوجہ بیان فرمائی ہے اور کہا ہے کہ قیامت کو نہ ماننا خدا کی تکذیب کرنا ہے۔ اور بخاری میں حضرت انس رض کی روایت سے علامت ایمان کا بیان ہے۔

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا
فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله

جو ہم جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کیطرف منہ کرے اور ہمارے ہاتھ کا
ذبح کیا ہوا کھالے تو وہ مسلمان ہے جسکے خدا اور رسول ذمہ دار ہیں۔

اور اسی طرح بہت سی احادیث میں مذکورہ بالا سب مراتب ایمان کی تشریح اور تفصیل ہے۔

اس وقت تک روئے سخن اُن اصحاب کیطرف تھا جو صرف خدا پر ایمان لانا کافی سمجھتے ہیں اور اس بیان سے اگر بنظر انصاف ملاحظہ کرنیکی تکلیف گوارا فرمائیں تو اُنکو غالباً اپنی رائے میں کسی قدر ترمیم کرنے کرنیکی ضرورت محسوس ہوگی لیکن بعض ایسے حضرات بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اگرچہ حسب ہدایت قرآنی ان سب مدارج پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اَور مذاہب جو خدا کو مانکر اپنے اپنے آئین پر کاربند ہیں اور قرآن اور رسول عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) یا دیگر کتب سماوی اور انبیاء کو نہیں مانتے وہ بھی نجات پا سکتے ہیں اور قرآن انکو کافر نہیں کہتا ایسے لوگوں کو بھی گذشتہ تحریر کا ملاحظہ غالباً مفید ہوگا مگر ہم انکی خدمت میں اس آیت کی طرف خاص توجہ کرنے کی درخواست کرتے ہیں جہاں خداوند کریم اہل کتاب وغیرہ کی نسبت فرماتا ہے:۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ
اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ
اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝
(پارہ نمبر۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۶)

تو اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی انہی چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم
ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پا گئے اور اگر انحراف کریں تو سمجھو کہ
بس وہ (تمہاری) ضد پر ہیں تو (اے پیغمبر) ان کے شر سے خدا کا حفظ
وامان تمہارے لئے کافی ہوگا اور وہ (سب کی) سنتا (اور ہر ایک کے حال سے) واقف ہے۔

یہاں تمام دیگر مذاہب کو مسلمانوں جیسا ایمان لانا ضروری کہا گیا ہے۔ اور وہ یہی ہے جسکی تفصیل گذر چکی۔

اب امور خمسہ میں سے فرداً فرداً ہر ایک پر ایمان لانے کی صورت اور اُن وجوہ کا بیان کیا جاتا ہے جن سے اس امر کو ماننے میں نقص رہتا ہے اور اس ضمن میں اکثر ان قواعد کی تنقیح بھی ہوگی جن سے مسلمانوں کا دوسرا فریق اکثر امور میں اپنے مخالفین کو کافر کہتا ہے۔

ایمان باللہ

خدا پر ایمان لانے اور اُسکو موجود و برحق ماننے کا حکم مکمل نہیں ہوسکتا جبتک بتایا جاوے کہ وہ کیسی ہستی ہے اور اُسکے صفات و کمالات کیا کیا ہیں اِس لئے قرآن میں جس قدر تفصیل اِس مضمون کی ہے اسکے استشہاد میں غالباً کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جو پیش نہ کیجاسکے - مگر بطور اختصار چند آیات لکھی جاتی ہیں مثلاً ارشاد ہے :-

آیت	ترجمہ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (پارہ نمبر ۳۰ - سورہ اخلاص)	اے پیغمبر یہ لوگ جو تم سے خدا کا حال پوچھتے ہیں تو انسے کہدو کہ اللہ ایک ہے - اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اسکی برابر کا ہے -
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۗ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۗ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورہ بقرہ ع ۳۴)	اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اسکے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (اور سارے عالم کا) سنبھالنے والا نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے کون ہے جو اُسکی اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے جو کچھ لوگوں کے پیش آرہا ہے (وہ) اور جو کچھ انکے پیچھے ہو گذرا ہے (وہ) اسکو (سب) معلوم ہے اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے - مگر جتنی وہ چاہے اسکی کرسی (یعنی سلطنت) آسمان زمین (سب) پر حاوی ہے اور آسمان زمین کی حفاظت اسپر (مطلق) گران نہیں اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے
اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۰ - سورہ نمل ع ۵)	بھلا کون ہے کہ جب کوئی بیقرار ہو کر اس سے فریاد کرے اور وہ اس بیقرار کی فریاد کو پہونچے اور (اسکی) مصیبت کو ٹال دے اور کون ہے جو زمین پر تم لوگوں کو (اپنا) نائب بناتا ہے - کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود (بھی) ہے (نہیں مگر) تم لوگ غور (اور فکر) کو بہت ہی کم کام میں لاتے ہو
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝	وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اسکی سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا وہی بڑا مہربان (اور) رحم والا ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(پارہ نمبر ۲۸ - سورہ حشر - ع ۳)

اور اللہ ایسا پاک ذات ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں (وہی تمام جہان) کا، بادشاہ ہے پاک ذات ہے (تمام عیبوں سے) بری ہے امن دینے والا ہے نگہبان ہے زبردست ہے بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ (کی ذات) انسے پاک ہے وہی اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد (اور مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں بنانے والا ہے (اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اسکے اچھے ہی اچھے نام ہیں جو (مخلوقات) آسمان و زمین میں ہیں سب ہی اسکی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

(پارہ نمبر ۲ - سورہ بقرہ - ع ۲۳)

اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (انکو) سمجھا دو کہ ہم (انکے) پاس ہیں جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرتا ہے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے اور مناسب ہوتا ہے تو قبول (بھی) کر لیتے ہیں تو انکو چاہیے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تا کہ وہ سیدھے رستے لگ جائیں

جس قدر صفات کاملہ ان آیتوں میں اور اسی مضمون کی دیگر آیتوں میں مذکور ہیں ان سب کو بہ تفصیل یا بالاجمال ماننا اور خدا کو ان سے متصف جاننا ضروری ہے اور اگر کوئی ان میں سے کسی ایک صفت سے بھی خدا کو متصف نہ جانے تو وہ خدا پر ایمان لانے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ تعریف کے کسی ایک جزو کو نہ ماننے سے معرف بدلجاتا ہے پس ایسا شخص حقیقت میں اس خدا کو ماننے والا نہ ہوگا جسکو ماننے کا قرآن حکم دیتا ہے اور نیز خدا کی صفات میں سے کسی ایک کو نہ ماننا خدا کو اس حیثیت سے ناقص سمجھنا ہے حالانکہ وہ ہستی سب طرح سے کامل اور ہر طرح کی محمدت عظمت اور برتری سے متصف ہے خدا فرماتا ہے :-

لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۷)

بری (بری) باتیں تو انہی لوگوں کی مناسب حال ہیں جو (کافر ہیں اور روز) آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور اللہ کی شان کے مناسب تو وہ باتیں ہیں جو (عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے +

وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (پارہ نمبر ۲۵ - سورہ جاثیہ - ع ۴)

اور آسمان و زمین میں اسی کی بڑائی ہے اور وہی زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔

اور اگر کوئی شخص خدا پر اور اس کی صفات کاملہ پر ایمان رکھتا ہو مگر کسی اور چیز کو بھی کسی صفت بالکمال میں

جیسا سمجھتا ہو تو وہ بھی خدا کو ماننے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے:-

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (پارہ نمبر ۲۵ - سورہ شوریٰ - ع ۲)	کوئی چیز (بھی) اس جیسی نہیں اور وہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) دیکھتا ہے۔

اور نیز خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک سمجھنے والوں کو بار بار ناقابل مغفرت اور بعید از رحمت کہا گیا ہے مثلاً

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۱۰)	اس میں شک نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک کرے گا تو اللہ کیطرف سے بہشت اسپر حرام ہوچکی اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور (ایسے) ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔

اور مختلف طور پر خاص خاص صفات کے ذکر پر انہیں شرک کرنیوالوں کو بھی کافر کہا گیا ہے مثلاً

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۱۰)	جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی تین میں کا (ایک) تیسرا ہے (یہ لوگ ہی اس کہنے سے) بیشک کافر ہوگئے حالانکہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور (خدا کی بارہ میں) جیسی جیسی باتیں یہ لوگ کہتے ہیں اگر انسے باز نہیں آئینگے تو جو لوگ انمیں سے کفر کرتے رہینگے انپر عذاب دردناک نازل ہوا رہیگا

یہاں خدا کے ساتھ اوروں کو خدائی میں شریک سمجھنے والے کافر ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝ (پارہ نمبر ۱۳ - سورہ رعد - ع ۲)	(مصیبت کیوقت) اسی کو پکارنا سچا پکارنا ہے اور جو لوگ اسکے سوا (دوسرے معبودوں کو) پکارتے ہیں وہ انکی کچھ نہیں سنتے مگر (ویسا ہی) بیکار سننا جیسے ایک شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کیطرف پھیلائے تاکہ پانی آپ سے آپ اسکے منہ میں آ جائے حالانکہ وہ (کسی طرح) اس (کے منہ) تک آنیوالا نہیں اور کافروں کی دعا تو یونہی بھٹکی (بھٹکی) پھرا کرتی ہے۔

یہاں خدا کے سوا اوروں کو حاضر ناظر جاننے والوں اور انسے مرادیں مانگنے والوں کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ ایسے کافروں کی دعا محض گمراہی ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ خود خدائی کا دعویٰ کرنیوالا بھی کافر ہے کیونکہ وہ اپنے سوا کسی اور ہستی کے معبود ہونیکا قائل نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ خدا کا منکر ہے اور اگر خدا کو مانتا ہے مگر اپنے تئیں بھی اسی جیسا ایک دوسرا خدا سمجھتا ہے تو شرک کا مرتکب ہے اور اگر اپنے اندر اسکی حلول یا ظہور کا

دعوے کرتا ہے تب بھی وہ چونکہ توالد و تناسل سے پیدا ہوا ہے اور تمام انسانی نقص اور حاجتیں رکھتا ہے اسلئے اسکا دعوے الوہیت خدا کو مولود حاجتمند اور ناقص سمجھنا ہے حالانکہ وہ اس قسم کی تمام عیوب سے مبرّا اور منزّہ ہے اور نیز صفات کمال میں اپنی تئیں اسکا شریک اور ہمسر جانتا ہے اور آیات مذکورہ کے علاوہ جن سے ایسے اعتقاد کا کفر ثابت ہوتا ہے فرعون وغیرہ مدعیان الوہیت کا ذکر قرآن میں متواتر آیا ہے اور اُنکو کافر کہا گیا ہے۔

علیٰ ہٰذا القیاس نبوّت کا غلط دعوے کرنیوالا بھی کافر ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں بھی اسیطرح کے احکام لیسکتا ہوں جیسے بارگاہ خداوندی سے نافذ ہوتے ہیں۔ اور ویسی ہی کلام کرسکتا ہوں جیسی جناب باری کیطرف سے نازل ہوتی ہے۔ اور چونکہ عام لوگ اکثر حالات میں براہ راست اس دعوے کو ماننے کے لئے تیار نہیں پائے جاتے اسلئے اُنکو دھوکا دینے کیواسطے ظاہر کرتا ہے کہ یہ کلمات اور احکام خود خدا کیطرف سے مجھپر نازل ہوئے ہیں اور اس طرح خدا پر بہتان باندھنے کا دوسرا جرم اپنے سر لیتا ہے پس وہ تنزیل شریعت اور قدرت کلام میں اپنی تئیں خدا کا شریک سمجھنے اور خدا پر افترا کرنیکی وجہ سے کافر ہوتا ہے اور خدا نے یہی وجہ بیان فرمائی ہے جہاں ارشاد کیا ہے:۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۚ (پارہ نمبر ۷۔ سورہ انعام۔ ع ۱)	اور اس سے بڑھکر ظالم (اور) کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعوے کرے کہ میری طرف وحی آتی ہے حالانکہ اُسکی طرف کچھ بھی وحی نہیں ہوئی ہو اور نیز اس سے بڑھکر ظالم اور کون ہوگا) جو دعوے کرے کہ (جن کتابوں کی نسبت تم کہتے ہو کہ) اللہ نے اتاری ہیں (دیکھو تو) میں بھی ویسی ہی اتار دوں۔

یہاں خدا نے ایسے شخص کی نسبت فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں پس اگر دعوی نبوّت شرک تک نہ پہنچاتا اور اس سے کمتر ہوتا تو مدعی کو سب سے زیادہ ظالم کہنا درست نہ ہوتا بلکہ اسصورت میں سب سے زیادہ ظالم مشرک ہوتا کیونکہ شرک بھی ظلم ہے۔ خدا فرماتا ہے:۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ (پارہ نمبر ۲۱۔ سورہ لقمان۔ ع ۲)	اور ایک وقت (وہ بھی تھا کہ) لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے وقت کہا کہ بیٹا (کسی کو) خدا کا شریک ٹھہرانا۔ اس میں شک نہیں کہ شرک بڑی ہی ظلم کی بات ہے۔

جس سے ثابت ہوا کہ ایسا جرم شرک ہے اور شرک بھی سب اقسام شرک سے بدتر اور بدتر اور نیز ظلم کے

تفصیل سے قرآن میں کہیں کفار کے سوا کسی اور مجرم کا ذکر نہیں کیا گیا - بلکہ قریباً آٹھ جگہہ تو اس صیغہ سے دعوئے نبوت یا خدا کی طرف غلط احکام منسوب کرنیکا ہی ذکر ہے - مثلاً

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ (پارہ نمبر ۸ - سورہ اعراف ع ۴)	تو اس سے بڑھکر ظالم (اور) کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ بہتان باندھے یا اسکی آیتوں کو جھٹلائے یہی لوگ ہیں جنکو (تقدیر کے) لکھے ہوئے میں سے انکا حصہ (رزق وغیرہ تو) پہنچیگا - یہانتک کہ جب ہمارے فرشتے انکی روحیں قبض کرنے کیلئے انکے سامنے موجود ہونگے تو (انسے) پوچھینگے کہ (اب) کہاں ہیں جنکو تم خدا کے سوا (حاجت روائی کے لئے) بلایا کرتے تھے تو وہ کہینگے کہ وہ تو ہم سے غائب (غلا) ہوگئے اور اپنے اوپر آپ گواہی دینگے (یعنی اقرار کرینگے) کہ بیشک وہ کافر تھے -
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ زمر ع ۴)	تو اس سے بڑھکر ظالم کون جو خدا پر جھوٹ بولے اور (نیز اس سے کہ) سچی بات اسکو پہونچی اور وہ اسکو جھٹلائے کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے -

اور اس مسئلہ کے سوا تین جگہہ اور اس صیغہ کا استعمال ہوا ہے اور ہر جگہہ کفار مراد ہیں - ارشاد ہے -

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۴)	اور اس سے بڑھکر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لئے جانے کو منع کرے اور انکی بیرونقی کے درپے رہے - یہ لوگ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں تنے پائیں مگر ڈرتے (ڈرتے) انکے لئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور انکے لئے آخرت میں (بھی) بڑا (بھاری) عذاب ہے -
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ۝ (پارہ نمبر ۸ - سورہ انعام - ع ۲۰)	تو اس سے بڑھکر ظالم (اور) کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرے - جو لوگ ہماری آیتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں ہم عنقریب انکی کنارہ کشی کے بدلے بڑی مار کی سزا انکو دینگے -
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَعْرَضَ	اور اس سے بڑھکر ظالم کون جسکو خدا کی آیتیں یاد دلائی جائیں پھر وہ منہ موڑے

عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا (پارہ نمبر ۱۵ - سورہ کہف - ع)

کرے اور اپنی پہلی کرتوت کو بھول جائے (بات یہ ہے کہ) ہم نے ہی انکے دلوں پر پردہ ڈال دیئے ہیں تاکہ (حق بات) کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں ایک طرح کی گرانی پیدا کردی ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم ان (لوگوں) کو راہ راست کیطرف بلاؤ تاہم یہ کبھی راہ پر آنے والے نہیں۔

اور جو شخص خدا کو اور اُسکی صفات کاملہ کو مانتا ہو اور کسی اور کو بھی اُس جیسا نہ سمجھتا ہو مگر وہ لوازم عبودیت اور خواص عبادت جو محض ذات باری سے مختص ہیں کسی اور کی نسبت بجالاتا ہو وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ منجملہ صفات خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی اور اسکے سوا لائق عبادت نہیں پس غیروں کی پوجا کرنیوالا گو اور تمام صفات کو غیروں میں موجود نہیں سمجھتا لیکن اس صفت میں خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرتا ہے اسلئے اسے کافر کہا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ

(پارہ نمبر ۱۱ - سورہ یونس - ع ۲)

اور (مشرکین) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو انکو نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں اور نہ انکو فائدہ ہی پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ (ہمارے) یہ (معبود) اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں (اے پیغمبر انسے) کہو کہ کیا تم اللہ کو (ایسی چیز) کے ہونے کی خبر دیتے ہو جسکو وہ (تو کہیں) آسمانوں میں پاتا ہے اور نہ (کہیں) زمین میں۔ وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

اور فرمایا ہے:-

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ (پارہ نمبر ۲۳ - سورہ زمر - ع ۱)

سنو جی! خالص فرمانبرداری خدا ہی کیلئے ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا (دوسرے دوسرے) حمایتی بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو انکی پرستش صرف اسلئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہمکو نزدیک کردیں تو جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں خدا (قیامت کے دن) انمیں اس اختلاف کا فیصلہ کردیگا۔ بیشک جو شخص جھوٹا اور ناشکرا ہے خدا اسکو (نیک) ہدایت نہیں دیا کرتا

یہاں ایسے لوگوں کو جو اپنے مقتداؤں کو صرف شفیع اور وسیلۂ قرب خدا مانکر انکی عبادت کرتے تھے کافر کہا گیا ہے اور اگرچہ یہاں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا کو مانتے تھے۔ مگر ایک اور جگہ بھی صراحت سے کہا گیا ہے کہ وہ خدا اور اسکی صفات خالقیت وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں چنانچہ

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ سے مضمون کو شروع کر کے آخر میں فرمایا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۱ - سورہ لقمان - ع ۳)	اور (اے پیغمبر) جو شخص کفر کرتا ہے تو اس کے کفر کی وجہ سے تمکو آزردہ خاطر نہیں ہونا چاہئے - اور (اے پیغمبر) اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور یہی جواب دینگے کہ خدا نے (اسپر تم ان سے) کہو کہ الحمد للہ مگر انمیں سے اکثر تو نہیں جانتے -

اور سجدہ کو جو اظہار عجز و نیاز کا سب سے بڑا ذریعہ اور طرق عبادت میں سب سے اعلےٰ ہے بالخصوص علامت کفر کہا گیا ہے چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہدہد کی زبان سے قوم بلقیس کے کفر کا یہی ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۹ - سورہ نمل - ع ۲)	میں نے ملکہ اور اسکے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں - اور شیطان نے انکے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے اور انکو راہ (راست) سے روک دیا ہے - تو انکو (اتنی بات بھی) نہیں سوجھ پڑتی -

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے :-

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ حم سجدہ - ع ۵)	اور خدا کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں (تو لوگو!) نہ تو سورج کو سجدہ کرنا اور نہ چاند کو اور اگر تم کو خدا کی عبادت کرنی ہے تو اللہ ہی کو سجدہ کرنا جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے -

یہاں اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اوروں کو سجدہ کرنیوالے اسکی خاص عبادت کرنے والے نہیں ہیں - بلکہ غیروں کو عبادت میں شریک کرنیوالے ہیں - اور ثابت ہو چکا ہے کہ جو اوروں کو شریک کریں وہ کافر ہیں اور یہ سجدہ یا دیگر طرق عبادت اگرچہ افعال جوارح میں سے ہیں جنکو حسب تحقیق بالا ایمان میں دخل نہیں ہونا چاہئے - لیکن جبر کی حالت کے سوا جو معاف کیگئی ہے اور حالات میں غیر اللہ کی عبادت اور اسکے آگے سجدہ اُسی حالت میں کیا جاتا ہے جب کرنے والا اُس فعل کو جائز بلکہ باعث سعادت سمجھتا ہے اور اسکی یہ حالت دیگر معاصی کا ارتکاب کرنیوالوں سے بالکل مغائر ہے جو شہوت اور نفس پرستی کے سبب کوئی جرم کرتے ہیں اور دل سے اُسکو گناہ اور فعل بد سمجھتے ہیں پس وہ شخص حقیقت میں صرف ایک ظاہری فعل کو بجا لانے کا

مجرم نہیں ہے بلکہ خدا کے ساتھ صفت عبادت کے خاص ہونے سے انکار کرتا ہے اور دوسروں کو اُس میں شریک جانتا ہے اسلئے اسکا یہ فعل قلب سے متعلق ہے اور اسی لئے کفر کو پہنچاتا ہے۔

البتہ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ فرشتوں نے حسب حکم ربانی حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر وہ کافر نہیں ہوئے بلکہ اسکے برخلاف شیطان اس فعل کو نہ بجالانے سے کافر ہوا جس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے۔

اسکا جواب اکثر اہل علم کیطرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہ سجدہ سجدہ عبادت نہیں بلکہ سجدہ تحیۃ ہے جو پہلے انبیاء کی شریعت میں جائز تھا۔

مگر ایک فعل شریعت کا کسی شریعت ربانی میں جائز ہونا گو غرض مختلف ہو کسی طرح قرین قیاس نہیں کیونکہ شریعت محمدیہ میں اسکا مطلقاً ممنوع قرار پانا اُن لوگوں کے نزدیک اسی وجہ سے ہے کہ نیت دل کا فعل ہے اور دوسروں کو معلوم نہیں ہو سکتی پس اگر عبادت کے سوا اور اغراض سے سجدہ جائز قرار دیا جاتا تو اکثر بندگان خدا اس بہانے سے دوسروں کی عبادت کرنے لگتے اور شرک کا نہایت آزادی سے رواج ہو جاتا حالانکہ اسی کو دُور کرنے کیلئے مذاہب حقہ کی ضرورت ہے لیکن ممانعت سجدہ کی اس وجہ کو اسلامی زمانے سے کوئی خصوصیت نہیں بلکہ پیشتر کے زمانوں میں جبکہ جہالت اور تاریکی اب سے بہت زیادہ تھی۔ یہ وجہ اور بھی قوی ہوگی۔ پس جس حکیم و خبیر عالم الغیب نے اس زمانے میں اس وجہ کو مدنظر رکھکر ممانعت سجدہ کا حکم نافذ فرمایا وہ گذشتہ زمانے میں کیونکر ایسی مطلق العنانی کو جائز رکھتا۔ اور گذشتہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ ممانعت سجدہ کی وجہ شان معبودیت کا محض ذات باری سے خاص ہونا اور سجدہ وغیرہ طرق عبادت کا کسی اور کی نسبت بجالانا حسب ارشاد قرآنی علامت کفر ہونا ہے اور یہ وجہ بھی ہر زمانے میں یکساں موجود ہے پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اس حقیقت کو بدل دیا جاتا ہو اور معبودیت خدا کے ساتھ خاص نہ رہتی یا سجدہ وغیرہ عبادت میں داخل نہ ہوتے۔

تعجب ہے کہ صاحب تفسیر کبیر نے بھی گذشتہ جواب کو دیگر جوابوں سے بہتر کہا ہے حالانکہ خود ہی ایک حدیث پیش کی ہے جسمیں ذکر ہے کہ حضرت معاذؓ جب یمن سے آئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ معاذ یہ کیا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہود اپنے بزرگوں کو اور عیسائی اپنے پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور میں نے ان سے وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ یہ انبیاء کی تحیت یعنی سلام ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کذبوا علے انبیاءھم یعنی انہوں نے اپنے نبیوں پر جھوٹ باندھا۔ پس

جب سجدہ کو انبیاؑ کا سلام کہنا حسب ارشاد رسالت پناہی جھوٹ ہوا تو شرائع سابقہ میں اسکا جواز سمجھنا کیونکر درست ہوگا۔

پس امر واقعی اس مقام پر یہی ہے کہ سجدہ کلام الٰہی میں پیشانی کو اظہار عجز و نیاز یعنی عبادت کیلئے زمین پر رکھنے اور اظہار اطاعت و انقیاد دونوں معنوں میں آیا ہے مثلاً

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۞ (پارہ نمبر ١٧ - سورہ حج - ع ٢)	(اے مخاطب) کیا تونے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو مخلوق زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے (سب ہی تو) خدا کے آگے سرنگوں ہیں بہت سے آدمی بھی) اور (آدمیوں میں) سے بہت سے (ایسے بھی ہیں جن پر (نافرمانی کی وجہ سے عذاب (کا آنا) لازم ہو چکا ہے اور جسکو اللہ ذلیل کرے تو (پھر) کوئی اسکو عزت دینے والا نہیں خدا ہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔
اور - وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (پارہ نمبر ٢٧ سورہ رحمٰن ع ١)	اور (جھاڑی) بوٹیاں اور درخت (بارگاہ الٰہی میں) سربسجود ہیں۔

یہاں ظاہر ہے کہ پہاڑوں اور درختوں وغیرہ کا پیشانی زمین پر رکھنا مراد نہیں بلکہ اطاعت اور انقیاد مراد ہے۔ پس جب لفظ سجدہ دونوں معنوں میں خود قرآن میں مستعمل ہے اور آیات زیر بحث یعنی ملائکہ اور برادران یوسف کے ذکر سجدہ میں عبادت کے لئے پیشانی کا زمین پر رکھنا مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ دیگر آیات میں بصراحت اسکی ممانعت ہے تو لامحالہ دوسرے معنے یعنی اظہار اطاعت و انقیاد مراد ہونگے اور یہ اطاعت اور انقیاد غیر اللہ کے لئے ممنوع نہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پارہ نمبر ٥ - سورہ نساء - ع ٨)	(اے مسلمانو) خدا کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی اور حاکم وقت کی بھی۔

یہاں ہمکو خدا کے سوا رسول بلکہ اولی الامر تک کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے اور

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (پارہ نمبر ٢١ - سورہ لقمان - ع ٣) ۞	کیا تم (لوگوں) نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے (ایک اعتبار سے) تمہارا مطیع فرمانبردار کر رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی (سب طرح کی) نعمتیں پوری کی ہیں

یہاں تمام زمین و آسمان کی چیزوں کو جنمیں ملائکہ بھی شامل ہیں انسان کا مطیع اور فرمانبردار کہا گیا ہے

اسی مضمون کو وہاں سجدہ کے لفظ سے ادا کیا گیا اور فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی فرمانبرداری کا حکم ہوا جسے اُنہوں نے تسلیم کیا اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے سے برتر اور بہتر مانکر اُنکی اطاعت کا اقرار کیا -

امام رازی کے اس جواب کو ضعیف کہنے کی وجہ بھی تعجب انگیز ہے وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ شرع میں پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں پس اصل لغت میں یہی معنے ہونگے - اسلئے اظہار اطاعت کے معنے نہیں ہوسکتے حالانکہ خود قرآن میں اس معنی کی آیتیں موجود ہیں اور خود بھی اس مقام پر پہلے اَلنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ یَسۡجُدَانِ - (جھاڑی بوٹیاں اور درخت (خدا کے آگے) سربسجود ہیں -) کو نقل کیا ہے - پس شرع میں صرف یہی معنے کیونکر ہوئے اور دوسرے عرفی معنوں سے لغوی معنوں کا قیاس کرنا بھی عجیب ہے جس سے لازم آتا ہے کہ صلوٰۃ کے معنے لغت میں بھی یہی سجدہ - رکوع - قومہ - جلسہ وغیرہ ارکان مخصوصہ ہوں کیونکہ عرف شرع میں بھی یہی معنے ہیں اور اسلئے جس طرح یہاں اس دلیل سے فرشتوں کا پیشانی رکھنا ثابت کرتے ہیں یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ (نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں) میں نماز پڑھنا مراد لیں - اور حقیقت یہ ہے کہ عرفی اور لغوی معنوں میں اگرچہ مشابہت ہوتی ہے - لیکن دونوں کا ایک ہونا ضرور نہیں - اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ خود ہی سجدہ کے معنوں میں شاعر کا قول نقل کرتے ہیں تری الاکم فیھا سجدا للحوافر (تو اس جنگل میں ٹیلوں کو گھوڑوں کے سموں کے آگے سربسجود پائیگا) جس سے صاف ثابت ہے کہ لغت میں سجدہ کے معنی زیر ہونا اور اطاعت کرنا بھی ہے -

مقام شکر ہے کہ خدا پر ایمان لانے کی جس قدر مراتب ذکر ہوئے اُنکی ضرورت اور اُن کے خلاف کرنے سے کفر کے اعتقاد میں تمام اسلامی فرقے یکزبان ہیں اور اگرچہ جہلا سے بعض اوقات غلبہ محبت اور فرط شوق سے اپنے معتقداوں کی نسبت کچھ مشرکانہ حرکات ظاہر ہوجاتی ہیں لیکن اہل علم و دانش عموماً ان افعال کو شنیع اور قابل نفرت سمجھتے ہیں اور اس لئے ایمان کی اس شق میں جو سب سے اعلےٰ اور ارفع ہے اسلامیوں میں کوئی اختلاف نہیں جسمیں غور و تامل کی ضرورت ہو البتہ ایک مسئلہ وحدت وجود کا مسلمانوں میں دائر ہے جس نے اُنکو دو فرقوں میں تقسیم کردیا ہے اور اس بنا پر ہر فریق دوسرے کو کافر یا مشرک کہتا ہے اس لئے اس بارہ میں کسی قدر فکر کرنا ضروری ہے اور چونکہ خدا کو ماننے کے تمام مراتب معلوم ہوچکے ہیں اسلئے جس فریق کا اعتقاد اس بارہ میں مذکورہ بالا قاعدوں کے خلاف ثابت ہوگا - وہ یقیناً کافر ٹھہریگا - اور اگر دونوں اس دائرہ کے اندر رہیں گے تو ایک کا دوسرے کو کافر کہنا غلط ہوگا -

وحدت وجود کا اعتقاد جہانتک عقل کام کرسکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فلسفی مسئلہ اور ایک بے معنی
اعتقاد کا مرکب ہے۔ اہل فلسفہ کا یہ قدیمی اعتقاد ہے کہ کوئی چیز عدم محض سے موجود یا موجود سے عدم محض نہیں ہوسکتی
اور یہ جو کچھ تغیرات عالم میں پائے جاتے ہیں انمیں ہر چیز کا ایک صورت سے دوسری صورت میں انتقال کرنا پہلی حالت
کا معدوم ہونا اور دوسری صورت میں انتقال کرنا پہلی حالت کا معدوم ہونا اور دوسری صورت کا موجود ہونا ہے
ورنہ حقیقی عدم وجود یا موت وولادت کوئی چیز نہیں اس خیال کے اثر سے بعض حکما قدیم اس عالم کی قدامت کے
قائل ہوگئے۔ کیونکہ انکے خیال میں اگر عالم حادث ہوتا تو اسکا محض عدم سے وجود میں آنا لازم آتا اور جن
لوگوں نے اس سے ذرا ترقی کی اور حدوث عالم کی قائل ہوئے انکے دو فریق ہوگئے۔ ایک جنکے نزدیک روح
کوئی چیز نہیں صرف مادہ کو قدیم ماننے لگے اور دوسرے جو روح کو بھی مانتے تھے مادہ اور روح دونوں کو ازلی
سمجھنے لگے۔ تا اس عالم کی اصل قائم ہو اور نیست سے ہست ہونا لازم نہ آئے۔ پھر جو خدا کو بھی مانتے تھے
وہ پہلی صورت میں خدا اور مادہ دو اور دوسری صورت میں خدا۔ مادہ اور روح تین چیزوں کی قدامت کے قائل
ہوئے یہانتک تو اس مسئلہ کو منکر اہل حکمت نے جولان کیا پھر جب وحدت صانع کا مسئلہ تحقیق ہوا اور عقل
انسانی کی ترقی یا مذہب حقہ کی ہدایت نے ثابت کیا کہ خدا جیسا اپنی ذات میں یکتا ہے اپنی صفات میں بھی یگانہ ہے اور
اسلیے جس طرح خالق اور قادر اسکے سوا کوئی اور نہیں قدیم اور ازلی بھی صرف وہی ایک ذات ہے تو جن لوگوں کے
دل پر عدم و وجود کا فلسفی مسئلہ نقش ہوچکا تھا انکو مادہ اور روح کو حادث ماننے کی صورت میں اس عالم کے
سرچشمہ کی تلاش ہوئی اور یہ مسئلہ ایجاد کیا گیا کہ موجودات عالم جو کچھ نظر آتی ہیں کوئی اور چیز نہیں ہے جسکے واسطے
مادہ کی ضرورت ہو۔ بلکہ وہی ایک ذات ہے جو کبھی مطلق اور غیر جسمانی ہے اور کبھی مقید اور مجسم اور وہی ایک
موجود ہے جو رتبہ اطلاق میں خالق اور صانع ہے اور درجہ تقید میں مخلوق اور مصنوع اور حالت اولی میں تمام مدارج
کمال اور صفات جلال وجمال سے موصوف ہے اور حالت ثانیہ میں تمام لوازم احتیاج اور خواص عجز و نیاز سے
متصف ہے اور اسلیے حالت اولی معبود ہے جسکے سوا کوئی اور معبود نہیں اور حالت ثانیہ عبد جسکو اُس معبود کے
سوا کسی اور کی عبادت جائز نہیں اور جب اس تشریح سے انکی قدیم اعتقاد میں بھی نقص نہ آیا اور توحید کا مسئلہ
بھی درست بیٹھ گیا تو اسکے استشہاد میں چند آیات بھی تلاش کیگئیں جنکے معنے غیریت خالق و مخلوق کو
مان کر بھی ہوسکتے تھے۔ اور انکی اپنی اعتقاد کے موافق تفسیر کیگئی اور رفتہ رفتہ یہ ایک خاص اسلامی مسئلہ ہو
قرار پایا بلکہ اپنی ہستی کے انکار اور محض وجود ربانی کے اقرار کی وجہ سے اکثر اہل دل کو اسمیں تقدس اور

انابت کا جلوہ اعتقاد غیریت کی نسبت زیادہ نظر آیا۔ اور طالبانِ خدا کا ایک بڑا گروہ اور نیز مدعیانِ حکمت و نظر کا ایک معتد بہ حصہ اِس اعتقاد کا حامی ہوگیا۔ اور پھر ان لوگونکی جولانی عقل اور روانی طبع نے اِس مسئلہ کو وہ آب و تاب دی کہ اب بادی النظر میں انکی طولانی تقریروں اور درخشاں دلیلوں میں اسکی اصول موضوعہ یعنی مسئلہ عدم و وجود کا شائبہ بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ بظاہر یہ عمارت مستقل ستونوں پر قائم دکھائی دیتی ہی چنانچہ انکی سب سے قوی دلیل یہ ہی کہ اگر خدا اور دیگر کائنات باہم غیر ہوں تو انکے درمیان ایک حد فاصل ہوگی جو دونو کو ایک دوسرے سے جدا کریگی ورنہ انکا متحد ہونا لازم آئیگا اور بصورت حد فاصل ہونے کے ذات باری اِس حد تک محدود ہوگی جو ایک نقص ہے اور شان الوہیت اِس سے پاک ہی۔

لیکن یہی سوال خود انکی مقرر کردہ صورت پر بھی ہو سکتا ہی کیونکہ مطلق بحیثیت اطلاق اور مقید بحیثیت تقید باہم غیر ہیں۔ گو اِس حیثیت سے قطع نظر باہم متحد ہوں پس اُس درجہ اطلاق اور درجہ تقید میں بھی ایک حد فاصل ہوگی ورنہ مطلق کا مقید ہونا اور مقید کا مطلق ہونا لازم آئیگا۔ اور تفاوت درجات جو انکے نزدیک مدار معبودیت و عبودیت ہے باطل ہو جائیگا۔ پس اِس حد فاصل سے مطلق محدود ہو جائیگا۔ جو اسکی شان اطلاق اور جلالت الوہیت و معبودیت کی منافی ہی تو غیریت جاننے والوں پر جس محدودیت کا الزام ہی وہ بھی خلاف شان الوہیت نہوگی اور حق یہ ہی کہ جسمانیات جو طول و عرض و عمق سے متصف ہیں انکی باہم دگر متصف ہونے سے ایک حد فاصل پیدا ہوتی ہی جو طول عرض وغیرہ کو محدود کرتی ہی اور ان ابعاد کی مقدار اور پیمائش پیدا ہوتی ہی اور یہ سب لوازم احتیاج ہیں مگر جو ذات جسم سے پاک ہی نہ اُس میں طول و عرض ہوگا اور نہ انکی تحدید مقدار و پیمائش پیدا کریگی پس خالق و مخلوق کی غیریت سے وہ تحدید لازم نہیں آتی جو باعث نقص و احتیاج ہو۔

اور انکی دوسری دلیل یا بالفاظ دیگر اعتراض جو معتقدین غیریت پر کیا جاتا ہی اور جو اِس رسالہ کی موضوع بحث سے خاص تعلق رکھتا ہی یہ ہی کہ فریق ثانی چونکہ خدا کے سوا دیگر کائنات کو بھی موجود مانتا ہی اسلیئے وہ خدا کی صفت وجود میں انکو شریک کرتا ہے۔ اور مشرک ٹھیرتا ہے۔

اور بیشک خدا کی کسی صفت کو دوسروں میں موجود سمجھنا شرک و ناقابل مغفرت ہی مگر اس بارہ میں شرک تک پہونچانے والا اعتقاد جب ہی ہو سکتا ہی کہ مخلوق میں اِس صفت کو ویسا ہی کامل و اکمل سمجھا جائے جسطرح وہ خدا میں ہے مثلاً کسی کو دوسرونکے حال کا ایسا واقف سمجھنا کہ وہ ہر وقت اسکی نظر میں ہیں اور سامنے اور پیچھے ہر حال میں انکی ذرہ ذرہ بات کو جانتا اور اطلاع رکھتا ہی تو چونکہ یہ صفت محض ذات باری کا خاصہ ہے یہ اعتقاد شرک ہوگا

لیکن اگر کہا جائے کہ فلاں شخص کو فلاں کے حالات سے اسکی اپنی اطلاع دینے یا جاننے والے کی اپنی آنکھوں دیکھنے کے سبب پوری واقفیت ہو تو اگرچہ یہ بھی اِس صورت میں دوسرے کے حال کا دانا اور خبیر ہے لیکن واقع میں اس علم کے ناقص ہونے اور ذرائع پر انحصار رکھنے کے سبب نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے شخص کو خدا کے صفت علم میں شریک کیا گیا ہے اور قرآن میں ان صفات کمال کا جو خاصہ خداوندی ہیں دوسری حیثیت سے غیروں پر بکثرت اطلاق ہوا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے :-

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ (پارہ نمبر ۲۰ - سورہ نمل - ع ۵)	بھلا کون ہے جو مخلوقات کو اوّل بار پیدا کرتا ہے پھر اسی طرح کی مخلوقات بار بار پیدا کرتا رہتا ہے - اور کون (ہے جو) تم لوگوں کو آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود (بھی) ہے - نہیں - (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ اگر (شرک کے دعوی میں) سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو

یہاں صفت رزق کو اپنی ذات کے ساتھ خاص کیا ہے اور پھر ایک جگہ فرمایا ہے :-

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (پارہ نمبر ۴ سورہ نساء ع ۱)	اور مال جسکو خدا نے تمہارے لئے (ایکطرح کا) سہارا بنایا ہے ان (یتیموں) کی حوالے نہ کرو جو کم عقل ہوں (ہاں) اسمیں سے انکے کھانے پہننے میں صرف کرو - اور انکو نرمی سے سمجھا دو -

یہاں یتامیٰ کے سرپرستوں کو انکا رازق کہا گیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا اپنے پاس سے رزق دیتا ہے - اور یہ لوگ خدا کی دئیے ہوئے رزق سے دوسروں کو حصہ دیتے ہیں اور اس لئے محض نام میں شریک ہیں ایسے واقعی شریک نہیں بن سکتے اور یہی صورت وجود کی ہے کہ ذات باری سے وہ وجود خاص ہے جو بالذات ہے اور کسی اور کے فعل سے پیدا نہیں ہوا - اور دیگر مخلوق جو غیر اللہ مانی گئی ہے اگر یہ اعتقاد غلط ہو تب بھی انکی نزدیک اُس وجود سے متصف ہے جو خدا تعالیٰ نے اسے بخشا ہے پس اس وجود بالذات اور وجود بالغیر میں ویسی ہی مغائرت ہے جیسی رازقیت بالذات اور رازقیت بالواسطہ میں ہے اسلئے جس طرح غیروں کو ایسا رازق ماننے سے شرک لازم نہیں آتا اسی طرح انکو ایسا موجود ماننا بھی خلاف توحید نہ ہوگا - البتہ اگر کائنات کو رازق بالذات اور موجود بواسطہ موجد مانا جائے تو شرک ہوگا مگر یہ مسلّم نہیں نادانی سے نادان شخص بھی ایسا اعتقاد نہیں رکھتا پس اس بنا پر انکو مشرک کہنا محض غلط ہے علے ہذا وحدت وجود کے قائلین چاہے کیسا ہی غلط خیال رکھتے ہوں لیکن وہ ایک ایسی ہستی کو مانتے ہیں جو خالق بھی ہے اور رازق بھی ہے اور جو ایسی معبود ہے کہ اُسکے سوا اور کوئی معبود نہیں غرض اسی تمام صفات کمال سے

جس طرح قرآن مجید میں وارد ہی متصف مانتے ہیں ور دیگر تمام کائنات کو اُسی کا مظہر جانتے ہیں لیکن مخلوق اور زیر فرمان اور تمام لوازم عجز و نیاز سے موصوف خیال کرتے ہیں اور کسی میں خدا جیسی کوئی صفت موجود نہیں سمجھتے اور یہی وہ مدارج ہیں جنپر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہی۔ پس اِس صورت میں انکو منکر خدا یا مدعی الوہیت غیر کہنا محض زبردستی اور سینہ زوری ہے۔

بعض مخالفین وحدت وجود انکی تکفیر و تضلیل کے سلسلہ میں حلول کا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں اور یہ الزام دیکر کہ ایسے لوگ خدا کو حال اور اپنی تئیں اسکا محل جانتے ہیں کافر کہتے ہیں اور واقع میں اگر وہ خدا کی حلول کے قائل ہوتے تو چونکہ ذات باری مکان وغیرہ لوازم احتیاج سے پاک ہی وہ قطعاً کافر ٹھہرتے۔ لیکن حقیقت میں یہ الزام محض اتہام ہی کیونکہ حلول کیلئے حلول کرنیوالی اور حلول کرنیکی جگہ دو چیزوں کا وجود ضروری ہی اور اُنکی نزدیک اُس ایک موجود کی سوا دوسری چیز کی ہستی ہی نہیں پس وہ کیونکر خیال کر سکتے ہیں کہ خدا نے انمیں حلول کیا۔

ایک اور قباحت جو اس اعتقاد میں بیان کی جاتی ہی یہ ہی کہ ایسے لوگ اپنی تئیں عین خدا جانکر تمام لوازم عبودیت سے مستغنی ہو جاتے ہیں اور تمام مدارج عبادت کو ترک کر دیتے ہیں اور بیشک اِس الزام کی وجہ بنا کسیقدر موجود بھی ہی اور اِس اعتقاد والے اکثر جہلا کو اطاعت احکام خدا و رسول سے بے پروا بلکہ اپنی پیشواؤں کی نسبت اکثر مشرکانہ حرکات ظاہر کرتے دیکھا جاتا ہی۔ مگر انصاف سے غور کیا جائے تو یہ قصور خود اُن جہلا اور اُنکے نادان اور بر خود غلط پیشواؤں کا ہی ورنہ حسب تصریح ائمہ وحدت وجود اور حسب قواعد مذہب ہذا کائنات کی تمام مراتب تقید میں اطاعت احکام شریعت سے مخلصی نہیں ہوتی۔ اور انسان گو نبوت اور رسالت کے درجہ تک پہونچ جائے انکے نزدیک عبودیت سے نہیں نکلتا۔ اور دوسروں کو اسکی عبادت اور تعظیم جو شایان شان ایزدی ہی کیطرح جائز نہیں سمجھتے اور جہلا کا عینیت وجود سے ترقی کر کے اپنی تئیں خدا کہنا ان کے اہل مذہب کے بالکل خلاف ہے اور سمجھ میں بھی نہیں آسکتا کہ کوئی شخص اپنی تئیں موجود بھی نہ سمجھے اور اپنی طرف کسی حالت وجودی کو منسوب کرنا گوارا بھی کرے اور پھر اپنے تئیں ایسا موجود بھی سمجھے کہ خود خدا کہلائے۔

جہلا کی اس مسئلہ سے ایسے غلط نتیجہ تک پہونچنے کی مثال بعینہ یہ ہے کہ مذہب اسلام نے مسئلہ تقدیر کی تعلیم دی ہی اور بتایا ہی کہ انسان کا کوئی فعل اور دنیا کا کوئی واقعہ ایسا نہیں جسکا خدا کو ازل سے علم نہ ہو اور جو کچھ خدا کے علم میں ہی اُسی طرح ظہور میں آتا ہے۔ خدا فرماتا ہے:۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ	اور (اے پیغمبر) تم کسی حالمیں ہو اور قرآن کی کوئی سی آیت بھی لوگوں کو

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پارہ نمبر ۱۱ - سورہ یونس - ع ۷)	پڑھ کر سنا رہے ہو اور (لوگو) تم کوئی سا عمل بھی کر رہے ہو ہم (ہر وقت) جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو تمکو دیکھتے رہتے ہیں اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار سے ذرہ بھر چیز بھی غائب نہیں رہ سکتی (نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور ذرہ سے چھوٹی چیز ہو یا بڑی (سب) کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے۔

اور واقعہ میں اس مسئلہ کا ظاہر کرنا بہت ضروری تھا کیونکہ اوّل تو خدا ہستی ہی ایسی ہونی چاہیے جسکے علم سے ایک ذرہ بھی باہر نہ ہو اور اگر اسکو کسی چیز کا علم نہ ہو یا اسکے علم کے خلاف واقع ہونا جائز ہو تو اسمیں اور دنیا کی مجازی حکام میں کچھ فرق نہ ہوگا اور اسلئے وہ ذات احکم الحاکمین اور خیر الحاکمین کے لقب سے ملقب نہیں ہو سکتی پس ایسی سب سے بڑی صفت کمال کا نہ بیان کرنا ایک بڑا نقص تعلیم ہوتا اور دوسری جب انسان کو کسی امر میں ناکامی ہو اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو اسوقت جو افسوس اور رنج اسکو لاحق حال ہوتا ہے وہ قابل برداشت نہ ہوتا اگر یہ اعتقاد اسے اطمینان نہ دیتا کہ ازل سے خدا کے علم میں ایسا ہی تھا اور اس لئے ایسا ہونا ضرور ہے اور اسی لئے اسکے خلاف کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔ مگر اب اکثر جہلاء اس اعتقاد کو جو ایسے مفید اصول پر مبنی تھا سنکر یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اس بنا پر نیک کام ہونیکی کوشش کرنی اور انکے لئے تکلیف اٹھانی محض بے سود ہے۔ کیونکہ نیک بد جو ہونا ہے وہ ہو کر رہیگا نہ ہماری کوشش شدنی کو ناشدنی کر سکتی ہے اور نہ ناشدنی کو شدنی۔ بلکہ اکثر اسی بہانے سے اپنے تئیں اطاعت شریعت سے نکال لیتے ہیں اور قبائح میں منہمک رہتے ہیں حال آنکہ مآل کار سے نادان اور غیب سے بیخبر انسان کا باوجود اس تمام سامان سعی و کوشش کے جو اسکے اندر اور باہر قدرت نے مہیا کر دیا ہے اور باوجود اس عقل و ادراک کے جو اسے نیک و بد میں تمیز کرنے اور بھلائی کی ترغیب دینے کے لئے بخشی گئی ہے اور نیز باوجود اس متواتر ہدایت کے جو مذاہب حقہ کے ذریعہ سے نیک و بد ظاہر کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہے صرف اس ایک خیال سے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا محض جہالت اور نادانی ہے پس اگر جہلاء کا کسی قاعدہ سے غلط نتیجہ نکالنا اس قاعدے کی غلط ہونیکا ثبوت ہے تو معاذ اللہ جہلاء کی اس وجہ سے مسئلہ تقدیر غلط ٹھیرتا ہے اور اگر یہاں انکی غلطی کو خود انہی کی سمجھ کا قصور کہا جا سکتا ہے تو مسئلہ وحدت وجود کو منکر خدا بنانے والے بھی خود ہی اس قصور کے ذمہ دار ہونگے نہ اصل مسئلہ۔ البتہ یہ کہنے میں ذرا تامل نہیں ہو سکتا کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ایسے غلط نتیجہ تک پہونچے ہیں وہ اپنے تئیں یا اپنے پیشواؤں کو خدا یا خدا کی طرح حاضر ناظر اور

عالم الغیب یا عبادت سے مستغنی اور اپنی تئیں لائق عبادت سمجھتے ہیں وہ بوجہ اس دعویٰ خدائی یا شرک فی الصفات کے کافر ہیں۔ مگر جو لوگ مسئلہ وحدت وجود کو اسکے اصول کی موافق اور اپنے ائمہ مذہب کی تصریح کی مطابق صحیح سمجھتے ہیں وہ یہ مسئلہ غلط ہونیکی صورت میں غلط رائے رکھتے ہوں تو ہوں مگر کافر نہیں ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ایمان بالرسول

تصدیق رسول کیلئے حسب ارشاد خداوندی چند ارکان ہیں اوّل یہ کہ تمام انبیاء پر ایمان ہو پس اگر کوئی کسی ایک نبی پر بھی ایمان نہ لائیگا اور اسکو سچا اور برحق نہ مانیگا وہ کافر ہوگا کیونکہ خدا فرماتا ہے:۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۳۔ سورہ آل عمران ع ۹)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری ہے اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترے ان (سب) پر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور (دوسرے) پیغمبروں کو جو کتابیں انکے پروردگار کی طرف سے عطا ہوئیں انپر (بھی) ایمان لائے ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (ایک خدا) کو مانتے ہیں۔

اور ارشاد ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پارہ نمبر ۶۔ سورہ نساء ع ۲۱)

جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں سے برگشتہ ہیں اور اللہ اور اسکے رسولوں میں جدائی ڈالنی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض (پیغمبروں) کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (پیغمبروں میں تفاوت ڈالکر) کفر و ایمان کے بیچ بیچ میں رستہ اختیار کریں تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے اور انہیں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہیں جنکو اللہ آخرت میں انکے اجر عطا فرمائیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پہلی آیت میں صرف حکم دیا گیا ہے کہ سب رسولوں کو مانو اور دوسری آیت میں تصریح کردی گئی ہے کہ جو لوگ کسی ایک کو

بھی نہیں مانتے وہ کافر مطلق ہیں بلکہ اس ایک کو نہ ماننا خود خدا کو نہ ماننا ہے۔

مگر خود قرآن میں ہی آیا ہے کہ بعض رسولوں کا ہم سے ذکر نہیں کیا گیا۔ ارشاد ہے:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (پارہ نمبر ۲۴۔ سورہ مؤمن۔ ع ۸)	اور ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) رسول بھیجے (سو) انہیں سے (بعض) ایسے ہیں جنکے حالات ہم نے تمکو سنائے اور (بعض) ایسے ہیں جنکے حالات ہم نے تمکو نہیں سنائے۔

پس ان سب پر بہ تفصیل ایمان لانا محال ہے۔ بلکہ ارشاد ہے:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ؕ (پارہ نمبر ۲۲۔ سورہ فاطر۔ ع ۳)	فی الواقع ہمیں نے تمکو (خوشنودی خدا کی) خوشخبری دینے والا اور (عذاب خدا سے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں (ہوئی) کہ اس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔

اور ظاہر ہے کہ ان بیشمار انبیاء کے نام سے بھی ہم واقف نہیں ہیں جو ہر قوم میں مبعوث ہوئے ہیں چہ جائیکہ فرداً فرداً ہر ایک پر ایمان لائیں۔ اسلئے آیت سابق الذکر میں چند انبیاء کے نام بیان کرنیکے بعد بالاجمال وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ فرمادیا ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کو نام بنام ماننا ضرور نہیں بلکہ جنکی تبلیغ ہم تک پہونچی ہے اُنکے سوا اور سب پر بالاجمال ایمان لانا کافی ہے۔

دوئم۔ یہ کہ انبیاء کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی اور استہزاء نہ کرے اور جو ایسا ارتکاب کریگا وہ انبیاء پر ایمان لانے والوں میں شمار نہ ہوگا۔ اور کافر قرار پائیگا۔ کیونکہ بے ادبی اور استہزاء اُسی شخص کی نسبت ہوا کرتا ہے جسے بزرگ اور قابل تعظیم نہ سمجھا جائے اور انبیاء علیہم السلام بنی آدم کا وہ گروہ ہے جسے خدا نے اپنی خلّت اور قرب کے لئے تمام انسانوں میں سے انتخاب کیا ہے اور اپنی حضوری و خطاب کا شرف بخشا ہے اور تمام روحانی اور اخلاقی ترقیوں کے راز اور نجات اور وصال ربانی کے اسرار سے مطلع کیا ہے۔ اور پیغامبری اور ہدایت کا منصب دیکر دنیا کو جہالت اور ضلالت سے نکالنے کیواسطے مبعوث فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (پارہ نمبر ۳۔ سورہ بقرہ۔ ع ۲۳)	پیغمبر (جو ہمنے بھیجے) انہیں سے بعض کو بعض پر برتری دی انہیں سے کوئی تو ایسے ہیں جنکے ساتھ (خود) اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے (اور طرح پر) بلند کئے۔

بلکہ نوع انسانی کو جو شرف دیگر مخلوقات پر حاصل ہے اسکا سب سے پہلا سبب بعض انسانوں کا نبی ہونے کو

قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:-

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۴)	اور (اے پیغمبر بنی اسرائیل کو ایک واقعہ بھی یاد دلاؤ کہ) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو اللہ نے جو تم پر احسانات کئے ہیں انکو یاد کرو کہ اس نے تم ہی میں بہتیرے پیغمبر پیدا کئے اور تمکو بادشاہ (بھی) بنایا اور تمکو وہ نعمتیں دیں جو دنیا جہان کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔

پس ایسے برگزیدگان بارگاہ صمدیت کی شان میں بے ادبی اور استہزا وہی شخص کریگا جو انکو اس شان اور منصب کا نہ سمجھے گا - اور اس لئے یقیناً کافر ہوگا - اور اس مضمون کو قرآن میں کئی جگہ ادا کیا ہے مثلاً ایک جگہہ ارشاد ہے:-

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پارہ نمبر ۱۰ - سورہ توبہ - ع ۸)	اور ان (منافقوں) میں سے (بعض) ایسے بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کان (کا بڑا کچا) ہے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ کان (کا کچا) ہے تو اسکا کان کا کچا ہونا تمہاری بہتری کی (غرض سے) ہے - وہ اللہ کا یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں (کی بات) کا بھی اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے انکے لئے (سرتاسر) رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں انکو (قیامت کے دن) عذاب دردناک ہونا ہے۔

یہاں سب سے بڑی بے ادبی یعنی ایذا رسانی کا ذکر ہے اور ایذا دینے والوں کے لئے عذاب الیم کا وعید ہے اور ایک اور جگہہ ارشاد ہے:-

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۰ (پارہ نمبر ۲۶ - سورہ حجرات - ع ۱)	مسلمانو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور انکے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک دوسرے سے (زور زور سے) بولا کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تمکو خبر بھی نہ ہو۔

یہاں سب سے کم درجہ کی بے ادبی یعنی صرف انکی خدمت میں بلند آواز سے بولنے کی نسبت فرمایا ہے کہ اس سے تمہارے تمام اعمال باطل ہو جائینگے اور یہ سزا یعنی تمام اعمال خیر کا ثواب نہ ملنا وہی ہے جو اور موقعوں پر کفر اور شرک کے لئے تجویز ہوئی ہے - مثلاً فرمایا ہے:-

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پارہ نمبر۷ سورۃ انعام ع۱۰)	یہی اللہ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے اسطرح کی ہدایت دے اور اگر یہ (پیغمبر) شرک کئے ہوتے تو انکا (سارا) کیا دہرا ان سے ضائع ہو جاتا۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ (پارہ نمبر۱۶ - سورہ کہف - ع۱۲)	یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو اور (قیامت کے دن) اُسکے حضور میں حاضر ہونیکو نہ مانا تو اُنکے عمل اکارت ہوگئے تو قیامت کے دن ہم ان (کی نیک اعمال) کا (رتی برابر) وزن (بھی حساب میں) قائم نہ

اور اسکے علاوہ مختلف موقعوں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے متعلقین کی نسبت آداب و قواعد کی تعلیم بکثرت ہے۔ اور استہزا کی نسبت ارشاد ہے:-

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ (پارہ نمبر۱۳ - سورہ رعد - ع۴)	اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی پیغمبروں کی ہنسی اُڑائی جا چکی ہے تو ہم نے (چندروز) منکروں کو مہلت دی۔ پھر (آخر کار) انکو دھر پکڑا تو (تمنے دیکھا کہ) ہماری سزا کیسی (سخت) تھی۔

اور فرمایا ہے:-

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (پارہ نمبر۲۳ سورۃ یٰسین ع۲)	بندوں (کے حال) پر (بھی بڑا ہی) افسوس ہے۔ کبھی انکے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسکی اُنہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔

اور نیز بہت سی جگہ احکام خدا اور فرامین رسول غرض تمام امور شریعت کی نسبت استہزا کو کفر اور باعث عذاب ابدی کہا گیا ہے مثلاً ارشاد ہے:-

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝ (پارہ نمبر۱۶ سورۃ کہف ع۱۲)	یہ جہنم ان (کی اس بدکرداری) کا بدلہ ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی بنائی۔
اور ارشاد ہے:- ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ (پارہ نمبر۲۵ - سورہ جاثیہ - ع۴)	یہ اسکی سزا ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی بنائی اور دنیا کی زندگی نے تمکو دھوکے میں ڈال رکھا۔ غرض آج نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ انکو موقع دیا جائیگا کہ (توبہ و استغفار سے) خدا کو رضامند کر لیں۔

سوئم - یہ کہ نبی کو ہدایت کے متعلق ہر قول و فعل میں معصوم اور اُسکے ہر فرمان کو واجب العمل سمجھے
پس اگر نبی کی کسی ایک بات کو بھی غلط یا کذب جانیگا یا اوسکو واجب العمل نہ سمجھے گا تو مومن نہ ہوگا۔
اور ہدایت کے متعلق اسلئے کہا گیا ہے کہ رسول کی شان میں خدا فرماتا ہے :-

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ؕ (پارہ نمبر ۱۶ - سورہ کہف - ع ۱۲)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم جیسا ایک بشر ہی ہوں (مجھ میں) تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی اکیلا) ایک معبود ہے۔

یہاں رسول کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ محض ایک انسان ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ اسکو خدا نے ایمان وہدایت کے متعلق رازوں سے مطلع کیا ہے اور دوسروں کو نہیں کیا۔ اور ایک اور جگہ اپنی تئیں تکلیف میں ڈالنا اور عواقب امور سے غافل ہونا انسانی خاصہ کہا ہے اور فرمایا ہے :-

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (پارہ نمبر ۲۲ - سورہ احزاب - ع ۹)	ہم نے ذمہ داری کو (جو انسان پر ہے) آسمانوں (پر) اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا (اور یہ بوجھ اُنپر لادنا چاہا) تو انہوں نے (زبان حال) اسکی اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے (گویا ازدنا...) اسکو اٹھا لیا اسمیں شک نہیں کہ (وہ نپے حق میں) بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی نادان تھا

اِن دونوں مقدمات کے ملانے سے یعنی یہ کہ رسول انسان ہے اور انسان نادان مخلوق ہے یہ نتیجہ نکلا کہ نبی میں بھی یہ خاصہ ہے مگر اور آیتوں سے آگے چلکر معلوم ہوگا کہ نبی سبیل نجات کا پورا ماہر ہوتا ہے پس اِس مہارت کو نکال کر باقی امور دنیوی رہجاتے ہیں جن کے متعلق رسول میں انسانی خاصہ پایا جا سکے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ رسول کا امور دنیوی میں پورا ماہر ہونا ضرور نہیں۔ لہذا ایسے معاملات میں اسکی تعمیل ارشاد بھی واجب نہیں اور اسی مضمون کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے اور فرمایا ہے :-

انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من امر دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشئ من رائی فانما انا بشر (رواہ مسلم)	میں ایک انسان ہوں جب تمہیں دین کے متعلق کوئی حکم دوں تو اسکی تعمیل کرو اور جب کوئی بات اپنی رائے سے بتاؤں تو میں صرف انسان ہوں۔

اسلئے یہاں امور ہدایت کی قید لگائی گئی۔
اور یہ مسئلہ یعنی نبی کا ہر فرمان میں صادق اور واجب العمل ہونا قرآن نے مختلف پیرا لوں میں ظاہر کیا ہے

کہیں نبی کی شان میں فرمایا ہی کہ وہ خائن نہیں ہوتا اور امور ہدایت اور نکات حکمت کا پورا ماہر اور لوگوں کو اسکی تعلیم دینے والا ہوتا ہے ارشاد ہے :۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

(پارہ نمبر ۴۔ سورہ آل عمران ۔ ع ۱۷)

اور پیغمبر (کی شان) سے (نہایت) بعید ہے کہ (پیغمبر ہو کر) خیانت کرے اور جو (جرم) خیانت کا مرتکب ہوگا تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن (بعینہ وہی چیز) اسکو لا حاضر کرنی ہوگی پھر جس نے جیسا کیا اسکو اسکا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی (کسی طرح) کا ظلم نہ ہوگا۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

(پارہ نمبر ۲۔ سورہ بقرہ ۔ ع ۱۸)

جیسا ہم نے تم میں تمہیں میں کے ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں تمکو پڑھکر سناتے اور تمہاری اصلاح کرتے اور تمکو کتاب (یعنی قرآن) اور عقل کی باتیں سکھاتے اور تمکو ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں جو (پہلے سے) تمکو معلوم نہ تھیں۔

پس جو شخص نبی کے کسی فرمودہ کو غلط کہتا ہے وہ دوسرے لفظوں میں اقرار کرتا ہی کہ جو امر واقعی تھا وہ نبی نے ظاہر نہیں کیا حالانکہ یہ خیانت ہے یا امور ہدایت سے ناواقفیت اور خائن یا طرق ہدایت سے جاہل نبی و ہادی نہیں ہو سکتا۔ پس گویا وہ اُس کی نبوت اور ہدایت سے انکار کرتا ہے اور کہیں خدا کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دونوں کا حکم ہی اور اس سے انکار کرنے پر بطلان اعمال یا کفر کا فتویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہی :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (پارہ نمبر ۲۶ ۔ سورہ محمد ۔ ع ۴)

مسلمانو! اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو اور (رسول کی مخالفت کرکے) اپنے عملوں کو ضائع مت کرو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝

(پارہ نمبر ۲۸ ۔ سورہ مجادلہ ۔ ع ۱)

جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کے (حکم کی) برخلاف کرتے ہیں۔ (وہ آخر کار ایسے ہی ذلیل ہونگے جیسے ان سے اگلے (نافرمان) ذلیل ہوئے اور ہم تو اپنے کھلے کھلے احکام اتار ہی چکے اور منکروں کو ذلت کا عذاب (ہونا) ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (انکا بھی) پھر اگر کسی امر میں (اور حاکم وقت) آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۸)

کہ اس امر میں اللہ اور اُسکی رسول (کے حکم) کیطرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمہارے حق میں) بہتر ہی اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہی -

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞

(پارہ نمبر ۱۸ - سورہ نور - ع ۶-۷)

اور (دو دلی لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور نیز رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا رسول کا) حکم مانا پھر اسکے بعد انہیں کا ایک فریق (خدا رسول کے حکم سے) روگردانی کرتا ہی اور وہ (سچ پوچھو تو دل سے مسلمان ہی) نہیں اور جب انکو خدا اور اُسکی رسول کیطرف بلایا جاتا ہی تاکہ انمیں (وان کے باہمی جھگڑوں کا) چکوتا کر دیں تو بس انہیں کا ایک فریق گریز کرتا ہی اور اگر حق انکے ہو تو (بے تامل) کان دبائی رسول کیطرف (دوڑے چلے آتے ہیں) کیا انکے دلو نمیں (بے ایمانی کا) مرض ہی یا شک میں پڑے ہیں یا اس بات سے ڈرتے ہیں کہ (کہیں) اللہ اور اُسکا رسول انکی حق تلفی (نہ) کر بیٹھیں (خدا و رسول تو ایسے کیوں ہونے لگے - بلکہ آپ (سب سے بڑھکر) یہ انصاف ہیں مسلمانوں (کی شان تو یہ ہی کہ ان) کو جب خدا اور اُسکی رسول کیطرف بلایا جاتا ہی تاکہ انمیں (انکی باہمی جھگڑوں کا) چکوتہ کر دیں تو بس (وہ لوگ بات) کہدیتے ہیں کہ ہم نے (طلبی کا حکم) سنا اور (خدا و رسول کا) حکم مانا اور یہی لوگ (آخرت میں) فلاح پائیں گے -

اور کہیں صرف رسول کی تعمیل ارشاد کا ذکر ہے

ور اُسکے نہ ہونے پر کفر کا حکم ہی چنانچہ فرمایا ہی: -

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۞

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۹)

پس (ای پیغمبر) تمہارے (پروردگار کی قسم جبتک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور جو کچھ تم فیصلہ کرو اُس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ دل و جان سے اسکو قبول کر لیں (غرض جبتک یہ سب کچھ نہ کریں تبتک انکو ایمان سے (کچھ) بہرہ نہیں

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۞

اور جو شخص راہ رہست کے ظاہر ہوئے پیچھے پیغمبر سے کنارہ کش رہے اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا (دوسری رستے) ہو لیے تو جو (رستہ) اسنے اختیار کر لیا ہے ہم اسکو اُسی رستے چلائے جائینگے اور (آخر کار) ہمکو جہنم (لے جا)

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۷)	داخل کرینگے اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہے۔

اور کہیں رسول کی اطاعت کو خود خدا کی اطاعت اور اُسکی رضامندی کو رسول کے اتباع پر منحصر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورۂ آل عمران ع ۴)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تمکو دوست رکھے اور تمکو تمہارے گناہ معاف کردے - اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر (یہ لوگ) نہ مانیں تو (سمجھے رہیں کہ) اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا -
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ (پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۱)	جس نے رسول کا حکم مانا تو اُس نے اللہ ہی کا حکم مانا اور جو پھر بیٹھا تو (اے پیغمبر اس سے تمہیں کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ) ہم نے تمکو کچھ انکا نگہبان (بناکر تو بھیجا ہی) نہیں -

مذکورہ بالا آیتوں سے اگرچہ بوضاحت ثابت ہو گیا کہ رسول کے احکام کی اطاعت اور تصدیق بھی ویسی ہی ضروری ہے جیسی خدا کے احکام کی کیونکہ وہ بھی اصل میں خدا ہی کے احکام ہیں لیکن بعض لوگ جو صرف قرآن کو واجب العمل سمجھتے ہیں اور احادیث کی چنداں پرواہ نہیں کرتے کہہ سکتے ہیں کہ یہاں احکام رسول سے وہی احکام مراد ہیں جو اسکے واسطہ سے خدا نے قرآن میں نازل کئے ہیں کیونکہ انکو رسول کی زبان سے سننے کے سبب رسول کے احکام بھی کہہ سکتے ہیں اسلئے اس بارہ میں انکے خیال کی تردید کیواسطے سب سے قوی استدلال اس آیت سے ہو سکتا ہے - جہاں فرمایا ہے :-

| اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ | (سچے) مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جسمیں لوگوں کے جمع ہونیکی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جبتک پیغمبر سے اجازت نہ لیں مجلس سے اُٹھکر نہیں جاتے (اے پیغمبر) جو لوگ (ایسے مواقع پر) تم سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو (سچے دل سے) اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی (ضروری) کام کیلئے تم سے (جانے کی) اجازت |

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(پارہ نمبر ۱۸ - سورہ نور - ع ۹)

طلب کیا کریں تو انمیں سے جسکو چاہو (جانیکی) اجازت دیدیا کرو اور خدا کی جناب میں انکے لئے مغفرت کی دعا بھی کیو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (مسلمانو! جب) پیغمبر (تمہیں بلائیں تو ان) کی بلانیکو آپس میں (معمولی بلانا) نہ سمجھو جیسا تم میں ایک ایک بلایا کرتا ہے اللہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے چھپکر (پیغمبر کی مجلس سے بے اجازت) سٹک جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم سے مخالفت کرتے ہیں انکو اس (بات) سے ڈرنا چاہیئے کہ (کہیں) انپر کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا انپر (کوئی اور) عذاب دردناک (نہ) نازل ہو۔

یہاں خدا نے لوگوں کو اذن دینا یا نہ دینا جی پر موقوف نہیں رکھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اُن لوگوں کے لئے جو آپ سے اجازت مانگیں آپ کی اپنی مرضی کے دئیے ہوئے حکم کو ماننا ضروری گردانا ہے اور کہا ہے کہ مسلمان ہی وہ ہونگے جو آپ کی اجازت بغیر کوئی حرکت کریں اور جو آپکے حکم کی مخالفت کریں وہ کسی بلا یا عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ پس اس دعوے کے لئے اس سے زیادہ واضح دلیل کونسی ہو سکتی ہے کہ علاوہ احکام قرآنی کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے احکام بھی ہم لوگوں کے لئے ایسے واجب العمل ہیں کہ انکے انکار سے ہم مسلمان نہیں رہ سکتے۔

مگر یہ ضروری ہے کہ جو بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بیان کیجائے اسکی نسبت یقین ہونا چاہیئے کہ بیشک یہ رسول اللہ کا فرمان ہے اور اسی مطلب کو ظاہر کرنے کیواسطے خدا نے مخالفت رسول میں ہدایت کے یقیناً ثابت ہونیکی قید لگائی ہے اور فرمایا ہے:—

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

(پارہ نمبر ۵ - سورہ نساء - ع ۱۷)

اور جو شخص راہ راست کے ظاہر ہوئے پیچھے رسول سے کنارہ کش ہو اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا (کسی دوسرے رستے) ہولے تو جو رستہ اس نے اختیار کر لیا ہے ہم اسکو اسی رستے چلائے جائینگے۔ اور (آخرکار) اسکو جہنم میں لیجا داخل کرینگے اور وہ (بہت ہی) بری جگہ ہے۔

پس اگر کوئی شخص کسی قول کو یقیناً فرمودہ رسول سمجھتا ہے اور پھر اسے غلط کہتا ہے تو چونکہ ہدایت ثابت ہو چکی وہ شخص کافر ہوگا اسلئے کہ اب اس قول کو نہ ماننا خود قائل یعنی رسول کو نہ ماننا ہے لیکن اگر اسکی نزدیک کسی وجہ سے

وہ قول قول رسول ہی نہیں۔ یا قول رسول ہونے میں شک ہے اور اُس نے حتی الوسع ٹھنڈے دل سے اس بارہ میں غور کیا ہے اور اس نتیجہ تک پہونچا ہے تو اس صورت میں اُس قول کا انکار رسول کا انکار نہیں ہے تا وہ کافر قرار پائے۔ بلکہ اُن لوگوں کا انکار ہے جو اُس قول کو رسول اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ جب ایک شخص بیان کرتا ہے کہ فلاں شخص نے ایسا کہا یا حکم دیا ہے تو اس وقت اُسکے دو دعوی ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اُسکا فرمان ہے اور دوسرا یہ کہ میں اس روایت میں سچا ہوں۔ پس جو شخص اس قول کا انکار کرتا ہے اُسکی بھی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ میں اُسکے حکم کو نہیں مانتا۔ اور دوسرے یہ کہ تو لیعنی روایت کرنے والا غلط کہتا ہے۔ پہلی صورت میں بیشک صاحب فرمان کی مخالفت ہے۔ مگر دوسری صورت میں اُسکی مخالفت نہیں بلکہ ناقل کی نسبت بدظنی ہے۔

پس نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو انکے بخت بیدار نے صحبت رسول اور تقبیل آستانۂ رسالت کا شرف بخشا تھا اُنہوں نے جو کلمہ رسول کی زبان مبارک سے سنا اُسکو حق اور صدق ماننا اُن کے لئے ایسا ہی ضرور تھا جیسا قرآن کو۔ کیونکہ اس صورت میں شک کی کسی طرح گنجائش نہیں۔ لیکن جو اس سعادت سے محروم رہے اور رسول کی بابرکت آواز اُنکے کانوں تک نہ پہونچی اُنکو اُن اقوال پر جو حدیث کے نام سے رسول اللہ کی نسبت منسوب کئے جاتے ہیں ایمان لانا حسب دلالت آیت مذکورہ اسوقت ضروری ہے جبکہ انہیں یقین ہوجائے کہ بیشک یہ رسول اللہ کا فرمان ہے اور خصوصًا اس حال میں کہ امتداد زمانہ کے سبب بہت سے گستاخوں کو اپنے مطلب کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے مشہور کرنیکی جراٗت ہوتی رہی ہے۔ اور جیسا کہ امام مسلم صاحب صحیح مسلم میں فرماتے ہیں اکثر صلحاء اور خوش اعتقاد بزرگوں نے اپنے حسن ظن سے ایسے سیاہ کاروں کی وضعی حدیثوں کو اپنے معتقدین میں شہرت دیدی ہے اور اسی لئے ائمہ فن نے خدا انکی سعی کو مشکور کرے اس تحقیق کیواسطے بہت سے روایت اور درایت کے قواعد منضبط فرمائے۔ اور جن اقوال کا وضعی ہونا انہیں ثابت ہوگا انکو بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں لکھکر باقی احادیث کے لئے جو انکے نزدیک صحیح قرار پائیں مختلف مراتب متواتر مشہور اور خبر واحد وغیرہ ناموں سے مقرر کئے اور ان سب میں سے صرف متواتر کو یقینی طور پر فرمودۂ رسول سمجھا اور اس کے انکار کو مستلزم کفر جانا۔ اور دیگر تمام اقسام حدیث کے مشہور اور خبر واحد صحیح کی نسبت بھی تسلیم کیا کہ انکی نسبت رسول اللہ کی جانب ظنی ہے اور اسلئے انکا انکار کفر کو نہیں پہونچاتا بلکہ حضرت امام مالک خبر واحد کو قیاس مجتہد سے بھی کمتر سمجھتے ہیں اور اس لئے اگر خبر واحد قیاس کے خلاف ہو تو اسکو رد کرنا انکے نزدیک ضروری ہے۔

اور فی الواقع نقلیات اور اخبار کی تصدیق و تکذیب سے عقل انسانی بالکل عاجز ہی اور انکی نسبت یقین جب ہی ہو سکتا ہی کہ جس شخص کیطرف وہ نقل منسوب ہو اسکے زمانے سی لیکر منقول الیہ کے وقت تک ہر زمانے میں ایسی تعداد کثیر اسکو بیان کرتی آئے کہ اُن سب کا غلط بات پر اتفاق کر لینا عقل باور نہ کر سکے اور معدودے چند کے بیان کرنے سے گو گمان غالب اور ظن ہوتا ہی مگر اُس خبر پر یقین نہیں آتا۔

متقدمین کی اس تصریح اور آیت مذکورہ کی قید کو پیش نظر رکھنے سی وہ تمام مباحث فیصل ہو جاتے ہیں جن میں اِن دنوں اکثر علماء اسلام کسی ایسی حدیث کی مخالفت پر کفر کا فتوٰی دیدیتے ہیں جسکو وہ خود یقینی سمجھتے ہیں لیکن مخالف اسے حدیث ہی نہیں مانتا اور واقع میں بھی وہ حدیث خبر واحد ہوتی ہی یا زیادہ سے زیادہ مشہور کیونکہ احادیث متواترہ کی تعداد بعض کے نزدیک تو ایک سی دو نہیں ہوتی اور بعض جو بہت کوشش کرتے ہیں وہ بھی ایک دہائی تک نہیں پہونچا سکتے۔ اور اگر متواتر کی تعداد زیادہ مان لیجائے جبکا ثبوت انصاف کی رو سے بہت مشکل ہوگا تو بھی جن احادیث کو وہ خود دیانتًہ خبر واحد یا مشہور سمجھتے ہیں انکے منکر کو کافر نہیں کہہ سکتے جو باآواز بلند کہتا ہی کہ مَیں قول رسول سی انکار نہیں کرتا مگر اس قول کے قول رسول ہونے میں شک رکھتا ہوں یا یقینًا اسے قول رسول نہیں سمجھتا اور اس لئے نہیں مانتا اور واقع میں وہ اسوقت قصوروار ہے تو اس امر کا کہ رواۃ حدیث یا انکی روایت کو تسلیم کرنے والے مصنفین صحاح و سنن وغیرہ یا انکی حمایت کرنیوالوں کو رسول اللہ کیطرف اُس قول کو منسوب سمجھنے میں خطاکار اور فریب خوردہ سمجھتا ہی اور گو وہ ایسا خیال کرنیمیں خود غلطی پر ہو۔ لیکن رسُول کے سوا کسی اور کو خطاکار یا فریب خوردہ سمجھنا کفر کی تعریف میں داخل نہیں۔

ایمان بالکتاب

کسی کلام کو کلام خدا سمجھنا اور اسپر ایمان لانا جب ہی ثابت ہو سکتا ہی کہ اسکے ہر حصّے ہر جملے اور ہر لفظ کو حق اور صدق سمجھے۔ اور اگر کسی ایک فقرے یا لفظ کو بھی غلط سمجھے گا تو کتاب پر ایمان لانے والوں میں شمار نہ ہوگا کیونکہ اُس فقرے کو غلط سمجھنا اسکے کلام الٰہی ہونے سی انکار کرنا ہی اور اسصورت میں اس کتاب کو کلام خدا سمجھنا غلط ہوگا بلکہ کلام الٰہی اور دیگر غلط کاروں کی کلام کا مجموعہ سمجھا گیا حالانکہ پہلے محض کلام الٰہی سمجھنے کا دعوٰی تھا اور اس استدلال کی رو سے اگرچہ کلام خدا پر ایمان لانیکا حکم بعینہ اسکے تمام اجزا اور حصص کو برحق ماننے کا حکم ہی مگر خداوند کریم نے اس حکم کی تصریح بھی کر دی ہی اور ایک جگہہ تمام کتاب کو خدا کیطرف سے

ماننے کا حکم دیا ہی اور فرمایا ہے :-

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورہ آل عمران - ع ۱)	(اے پیغمبر) وہی (ذات پاک ہی) جس نے تمپر یہ کتاب اُتاری جسمیں بعض آیتیں پکی (یعنی صاف اور صریح) ہیں کہ وہی اصل کتاب ہیں اور (بعض) دوسری مبہم (کہ انکی معنوں میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں) تو جن لوگوں کی دلوں میں کجی ہی وہ تو قرآن کی انہی مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں اور تاکہ انکی اصل مطلب کی ٹوہ لگائیں حالانکہ اللہ کے سوا انکا اصلی مطلب کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ علم میں بڑی پائگاہ رکھتے ہیں وہ اتنا ہی کہکر رہجاتے ہیں کہ اسپر ہمارا ایمان ہی (یہ) سب (کچھ) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں جنکو عقل ہی۔

اور ایک اور جگہ کوئی فیصلہ کلام الٰہی کے خلاف کرنا کفر قرار دیا اور فرمایا :-

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۶ - سورہ مائدہ - ع ۷)	اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے موافق حکم نہ دی تو یہی لوگ کافر ہیں۔

اور ایک اور جگہ اور بھی صراحت سے یہ حکم نازل فرمایا۔ اور کہا :-

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱ - سورہ بقرہ - ع ۱۰)	پھر وہی تم ہو کہ اپنوں کو مارتے اور نیز اپنوں میں سے کچھ لوگوں کی مقابلے میں ناحق اور زبردستی ایکدوسرے کی مددگار بنکر انکو انکی شہروں سے دیس نکالا دیتے ہو اور وہی لوگ اگر (کہیں) قید ہوکر تمہارے پاس بدلہ مانگنے کو آئیں تو تم چندہ بھر کر انکو چھڑا لیتے ہو حالانکہ (دیس سے) انکا نکالدینا ہی تمکو روا نہ تھا تو کیا کتاب (الٰہی) کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں اسکی سوا انکا اور کیا بدلا ہو سکتا ہی کہ دنیا کی زندگی میں (انکی) رسوائی ہو اور (آخر کار) قیامت کے دن بڑی ہی سخت عذاب کی طرف لوٹا دئیے جائیں گے۔ اور جو کچھ بھی تم لوگ کرتے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے۔

اور یہی وہ اصول ہی جس سے حرام کو حلال سمجھنے والا اور حلال کو حرام جاننے والا کافر ہوتا ہے کیونکہ جب کلام خدا

یا ارشادِ رسولؐ سے کسی چیز کی حلت یا حرمت بہ یقین ثابت ہو گئی تو پھر اسکے خلاف اعتقاد رکھنا اس حکم خدا یا فرمودۂ رسول سے انکار کرنا ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں اور خدا نے یہ مسئلہ کئی جگہہ بیان فرمایا ہے۔ تحریم حلال کی نسبت ارشاد ہے:۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ (پارہ نمبر ۱۴۔ سورہ نحل ع ۵)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو نہ تو ہم ہی اسکے سوا کسی اور چیز کی پرستش کرتے اور نہ ہمارے بڑے (ہی کرتے) اور نہ ہم اسکے (حکم کے) بدون (اپنی طرف سے) کسی چیز کو حرام ٹھہراتے جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انھوں نے بھی ایسا ہی (حیلہ حوالہ) کیا تھا تو پیغمبروں پر سوا اسکے کہ (احکام خدا کو) صاف طور پر پہونچا دیں اور کچھ ذمہ داری نہیں ہے

اور تحلیل حرام کی نسبت فرمایا ہے:۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ (پارہ نمبر ۱۰۔ سورہ توبہ ع ۴)

اہل کتاب جو نہ خدا کو مانتے ہیں (جیسا ماننے کا حق ہے) اور نہ روز آخرت کو اور نہ اللہ اور اسکے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں (مشرکوں کے علاوہ) ان (لوگوں) سے (بھی) لڑو۔ یہانتک کہ ذلیل ہو کر (اپنے) ہاتھوں سے جزیہ نہ دیں۔

اور نیز ارشاد ہے:۔

أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ (پارہ نمبر ۲۲۔ سورہ فاطر ع ۲)

تو کیا وہ شخص جسکو اسکا عمل بد (اغوائے شیطان کی وجہ سے) اچھا کر دکھایا گیا اور وہ (خواہش نفسانی سے) اسکو اچھا سمجھتا ہے بھلا کہیں نیکوکار کے برابر ہو سکتا ہے بات یہ ہے کہ اللہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے تو (اے پیغمبر) ان لوگوں (کے حال) پر افسوس کر کر کے کہیں تمہاری جان نہ جاتی رہے (تم صبر کئے بیٹھے رہو کیونکہ) جیسے جیسے عمل یہ لوگ کرتے ہیں اللہ ان (سب) سے واقف ہے

اور ایک اور جگہہ فرمایا ہے:۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ

(اے پیغمبر کافروں سے) کہدو کہ کہو تو ہم تمکو وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے

ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ (پارہ نمبر ۱۶ - سورہ کہف - ع ۱۲)	گھاٹے میں ہیں (ہاں تو یہ) وہ لوگ (ہیں) جنکی دنیا وی زندگی کی کوشش (سب) گئی گذری ہوئی اور وہ (اپنی غلط فہمی سے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو اور (قیامت کے دن) اُسکے حضور میں حاضر ہونیکو نہ مانا تو انکے عمل اکارت ہوگئے تو قیامت کے دن ہم (انکے اعمال نیک) کا (رتی برابر) وزن (بھی حساب میں) قائم نہ رکھیں گے۔

اس آیت سے صوفی مشرب حضرات دنیا میں منہمک رہنے کے کفر ہونیکا استدلال کرسکتے ہیں جو انکا دلچسپ مسلک ہے اور بیشک اُن جیسے میکشان خمخانہ احدیت اور مدہوشانِ جلوہ صمدیت کی شان کے یہی لائق ہے کہ دنیا کی طرف توجہ کرنیکو ایسا بُرا سمجھیں کہ ایک دم بے یاد خدا رہنے کو کفر جانیں لیکن ہم جیسے پابستگان زنجیر علائق اور مقیدان زندان ہوا وہوس کے لئے اگر دنیا سے نفور رہنا ایسا فرض ہوکہ اسکی جانب توجہ کرنا بھی کفر ٹھیرے تو اس حکم کی تعمیل ممکن ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے :۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۝ (پارہ نمبر ۳ - سورہ بقرہ - ع ۴۰)	اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس قدر جس (کے اٹھانے) کی اُسکو طاقت ہو۔

اور نہ ایسا کرنے سے نظام عالم قائم رہ سکتا ہے اور اسی لئے خداوند ذوالانعام نے یہاں دو قیدیں لگائی ہیں ایک تو ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی دنیا کی جانب ایسی توجہ ہو کہ تمام کوشش اسی میں صرف ہوجائے اور ظاہر ہے کہ جو شخص خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہے اور ان کے احکام کو حق و صدق مانتا ہے گو تمام عمر ارتکاب منہیات میں صرف کردے۔ مگر اسکی کوشش کا کچھ حصہ نیکی میں ضرور خرچ ہوا ہے اور اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ اسکی تمام کوشش دنیا کی طرف مبذول رہی اور دوسری وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (اور وہ یہی گمان رکھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں) کی شرط لگائی ہے اور بیشک معاصی کو فعل حسن سمجھنے والا کافر ہے لیکن وہ گرفتاران قبضہ نفس و شیطان جو اگرچہ غلبہ شہوت نفسانی سے مناہی میں منہمک رہتے ہیں۔ مگر انہیں دل سے برا سمجھتے ہیں اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں اس پر از رحمت فرمان کے مطابق کافر نہیں ٹھیرتے اور اسکے فضل و کرم سے محروم نہیں ہوتے کہ مستحق کرامت گناہگار انند۔

اور نیز اسی اصول مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا یعنی باوجود لائق حصہ اقدام کے

پیش کرنیکے باز نہ آنا اور اپنی قصور کا اعتراف نہ کرنا کفر ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا اُن احکام خدا و رسول سے انکار کرنا ہے جن سے اُس فعل کی قباحت ثابت ہوتی ہے اور خداوند کریم نے اِس مسئلہ کو بھی بہت جگہہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے :-

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

(پارہ نمبر ۲۱ - سورہ سجدہ - ع ۲)

ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُنکو وہ (آیتیں) یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدہ میں گر پڑتے اور اپنے پروردگار کی حمد (و ثنا) کے ساتھ تسبیح (و تقدیس) کرنے لگتے ہیں - اور وہ (کسی طرح کا) تکبر نہیں کرتے۔

یہاں ایماندار اُن ہی کو کہا ہے جو احکام خداوندی کو سُنکر سر تسلیم خم کریں اور تکبر کو کام میں لائیں در ارشاد

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

(پارہ نمبر ۶ سورہ مائدہ - ع ۱۱)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اُنپر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسے کی (بد) دعا سے (خدا کی) پھٹکار پڑی - یہ (پھٹکار اُنپر) اس (لئے پڑی) کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے (اور) جو برا کام (ایک بار) کر بیٹھتے تھے اس سے باز نہ آتے تھے - البتہ (بہت ہی) بُرے فعل تھے جو (وہ لوگ) کیا کرتے تھے -

یہاں کفار بنی اسرائیل کے ملعون ہونیکی وجہ میں فرمایا ہے کہ وہ بُرائی سے باز نہیں آتے تھے اور انکے علاوہ اور چند آیتوں میں بھی یہ حکم ہے - مثلاً

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

(پارہ نمبر ۲۵ - سورہ جاثیہ - ع ۱)

ہر ایک جھوٹے بدکار کا کھوٹا جانے کہ (جب) خدا کی آیتیں اُسکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (اور وہ) اُنہیں سنتا بھی ہے - پھر (بھی) مارے غرور کے (کفر پر اسطرح) اڑا رہتا ہے (کہ) گویا اس نے اُن (آیتوں) کو سنا ہی نہیں تو (اے پیغمبر ایسے نالائق) کو عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دو -

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا

(نوح نے خدا سے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کے وقت بھی بلایا اور دن کے وقت بھی تو میری بلانیکا اُنپر یہ اثر ہوا کہ رفتہ رفتہ زیادہ بلایا اتنا ہی زیادہ بھاگے اور جب جب میں نے اُنکو بلایا کہ (تیری طرف رجوع کریں اور) تو اُنکے گناہ معاف کرے تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ

(پارہ نمبر ۲۹ - سورہ نوح - ع ۱)

ٹھونس ٹھونس لیں اور (اوپر سے) اپنے کپڑے اوڑھ اوڑھ لئے اور ضد کی اور شیخی میں آکر اکڑ بیٹھے ۔

اور قصہ شیطان سے بھی جو قرآن میں بہت جگہ آیا ہے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن خدا کو مانتا ہے چنانچہ ارشاد ہے :-

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۚ

(پارہ نمبر ۲۸ - سورہ حشر - ع ۲)

(نیز ان منافقوں کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ آدمی کو کفر کی تعلیم و تلقین کرتا ہے پھر جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے (اور کفر کا وبال پیش آتا ہے اور وہ شیطان سے مدد مانگتا ہے) تو (شیطان) کہتا ہے مجھے تجھ سے سروکار نہیں میں تو خدا رب العالمین (کے غضب) سے ڈرتا ہوں ۔

اور پیغمبروں کو بھی مانتا ہے - کیونکہ اسکی زبان سے کہا گیا ہے :-

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۙ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۚ

(پارہ نمبر ۲۳ - سورہ ص - ع ۵)

(مجھے بھی) تیری (ہی) عزت کی قسم ہے کہ ان (بنی آدم) میں جو تیرے خالص بندے ہیں انکو چھوڑ کر اور سب کو گمراہ کرکے رہوں ۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ اغوا میں نہ آنے والے مخلص بندوں کو جانتا ہے اور انبیاء بھی انہی میں سے ہیں اور نیز احکام خداوندی سے بصراحت انکار بھی نہیں کرتا کیونکہ جب اسسے پوچھا گیا کہ :-

مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ

(پارہ نمبر ۸ - سورہ اعراف - ع ۲)

جب ہم نے حکم دیا تو (آدم کے آگے) جھکنے سے کون چیز تجھکو مانع ہوئی ؟

تو اس نے نہیں کہا کہ میں تیرے حکم نہیں مانتا بلکہ آگے چلکر خود ہی کہتا ہے ۔

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ

جیسی تو نے میری راہ ماری ہے میں بھی تیری سیدھی رستے پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں تو سہی ۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ امور شریعت کو صراط مستقیم سمجھتا ہے پس باوجود ان تمام ارکان ایمان کو ماننے کے جو اسکی نسبت کفر کا حکم ہے اور ارشاد ہے :-

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۚ

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے آگے جھکو تو شیطان کے سوا (سب کے سب) جھک پڑے ۔ اس نے نہ مانا اور شیخی میں

(پارہ نمبر ا - سورہ بقرہ - ع ۴)	آگیا اور نافرمان بن بیٹھا -

تو اسکی وجہ یہی ہے جو یہاں بیان ہوئی کہ اس نے تعمیل سے انکار کیا اور تکبر کیا - اور دوسری جگہ اس تکبر کی تشریح کیگئی ہے کہ اُس نے کہا :-

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝ (پارہ نمبر ۸ سورہ اعراف ع ۲)	میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے پیدا کیا -

پس معلوم ہوا کہ اگرچہ وہ جانتا تھا کہ خدا ایسا حکم دیتا ہے مگر اپنی برتری اور فضیلت کا دعویٰ کرکے کہا کہ مجھ سے اس حکم کی تعمیل نہیں کروانی چاہیئے گویا اُس حکم سے جو خدا نے سب کے لئے دیا تھا اپنے تئیں مستثنیٰ کرکے خاص کرنا چاہا اور اسکے ایسے عموم کو جس میں خود بھی شامل ہو غلط سمجھا اور یہ اگرچہ حکم کے واجب التعمیل ہونے سے انکار نہیں لیکن اسکے قاعدہ کلیہ ہونے سے انکار ہے اور اس لئے وہ کافر ٹھیرا اور یہی صورت ان اصرار کرنیوالوں کی ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ خدا کے حکم سے انکار نہیں کرتے مگر اپنے تئیں بوجہ تکبر کے اسکی تعمیل سے بالاتر سمجھتے ہیں اور اپنی نسبت اس عام حکم کا عاید ہونا غلط سمجھتے ہیں اور اس لئے اس حکم کی اکثر آیتوں میں جیسا معلوم ہوا تکبر کا ذکر کیا گیا ہے -

مگر بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ اصرار اس بنا پر نہیں ہوتا بلکہ کبھی ناصح کی جانب سے پہلے سے دل میں کچھ کاوش ہوتی ہے یا اسکی تقریر و تحریر میں برخلاف حکم ربانی

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ؕ (پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۱۶)	(اے پیغمبر لوگوں کو) عقل کی باتوں (اور) اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستہ کیطرف بلاؤ اور انکے ساتھ بحث (بھی) کرو (تو) ایسے طور پر کہ وہ (لوگوں کے نزدیک) بہت ہی پسندیدہ ہو -

کچھ ایسے دل شکن الفاظ اور اشارات ہوتی ہیں جن سے مخاطب کی قوۃ غضبیہ جوش میں آجاتی ہے اور اس تحریک یا پہلی رنجش کی اثر سے مغلوب ہو کر وہ کہہ اُٹھتا ہے کہ میں تیرا کہنا نہیں مانتا - تو اس صورت میں چونکہ اسکے دل میں خدا و رسول سے انکار یا انکے تعمیل حکم سے اپنے تئیں برتر جاننے کا خیال نہیں ہوتا - اس ضد یا غصّی کے مجنونانہ الفاظ سے جن میں صرف اُس ناصح کی ذات خاص سے برتری کا احتمال ہے وہ شخص غالباً اپنے تئیں حکم خدا و رسول سے برتر جاننے والوں میں شمار نہ ہوگا - اور مذکورہ بالا تکبر کی حد میں نہ آئیگا - گو احکام الٰہی کو سننے کے وقت ذاتی کاوشوں سے متاثر ہونا یا اُن سخت الفاظ کا خیال کرنا جنمیں اس سچے حکم کو ادا کیا گیا ہے اور اسلئے

اپنی ضد پر قائم رہنا بجائے خود دوسرا گناہ کبیرہ ہوگا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ایک اور جگہ اس اصرار کی مذمت کے ساتھ غصہ کو روکنے اور دوسروں کی خطاؤں سے درگذر کرنیکی ہدایت فرمائی ہے اور جس طرح غصہ کرنا اور معاف نہ کرنا گو کفر نہیں مگر گناہ ہونیکے سبب تقویٰ کے خلاف ہے اسی طرح اصرار کو بھی متقین کی شان کے خلاف کہا ہے اور فرمایا ہے :-

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۱۴)	اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کیطرف لپکو جسکا پھیلاؤ (اتنا بڑا ہے) جیسے زمین و آسمان (کا پھیلاؤ) ان پرہیزگاروں کیلئے تیار ہے جو خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں میں) (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے اور غصے کو روکتے اور لوگوں کی (قصوروں) سے درگذر کرتے ہیں اور (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ ایسے (نیک دل) ہیں کہ (بتقاضائے بشریت) جب کوئی بیحیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا کوئی اور بیجا بات کرکے اپنے دین کا نقصان کرلیتے ہیں تو خدا کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور خدا کے سوا گناہوں کو معاف کرنیوالا ہے بھی کون اور جو (بیجا بات) کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ و دانستہ اسپر اصرار نہیں کرتے۔

اور یہ تکبر کی شرط یا اس حکم کو حکم خدا جاننے کی شرط جو وھم لایستکبرون اور وھم یعلمون سے ظاہر ہوگئی ہے ثابت کرتی ہے کہ اگر کسی حکم خداوندی سے انکار اور اپنی بات پر اصرار اس وجہ سے ہو کہ وہ شخص اس حکم کا مطلب یہ نہیں سمجھتا جو ناصحین کیطرف سے پیش کیا جاتا ہے اور ان الفاظ قرآن و حدیث کی تاویل کرتا ہے تو اس صورت میں کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اب وہ اپنے تئیں اس حکم سے مستثنیٰ اور اسکی تعمیل سے برتر نہیں سمجھتا بلکہ اسکے نزدیک حکم ہی وہ ہے جسپر خود کاربند ہے اور یہی وجہ ہے کہ فرقۂ اہل سنت تمام فرقہائے اسلامیہ کو جو قرآن و حدیث کی اپنی سمجھ کے موافق تاویل کرتے ہیں باوجود انکی تفسیر کو غلط جاننے کی کافر نہیں کہتے۔

ان دنوں اکثر علمائے اسلام کی جانب سے ایسے لوگوں پر بھی کفر کے فتوے دئے جاتے ہیں جو قرآن کریم کے ان مطالب سے جو تفاسیر سلف میں لکھے ہوئے ہیں انکار کرتے ہوں اور ان آیات کا مطلب دوسری طرح پر بیان کرتے ہوں اور اس بارہ میں اکثر تفسیر بالرائے کی حدیث پیش کی جاتی ہے جو اگرچہ دو تین طرق سے مروی بیان کیجاتی ہے مگر ہے خبر واحد یا زیادہ سے زیادہ مشہور۔ اور اس لئے اگر اس بارہ میں قرآن سے اسکے خلاف حکم ثابت ہوجائے

تو ہرگز قابل التفات نہ ہوگی اور اگر قرآن سے اسکے متعلق فیصلہ نہ ہوسکے تب بھی بوجہ ظنی الحکم ہونے کے یہ پایہ نہیں رکھتی کہ اسکا انکار کفر ہو مگر چونکہ ہے حدیث صحیح اسلئے بالکل نظرانداز بھی نہیں کیجاسکتی۔ پس اگر من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (جو قرآن میں اپنی رائے کو دخل دے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھے) سے یہ مراد ہو کہ کوئی شخص الفاظ قرآنی سے حسب قواعد زباندانی اور حسب دلالت محاورہ لسانی مطلب سمجھنے کے لائق نہیں۔ اور صرف جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطالب قرآنیہ کو سمجھتے تھے۔ اور اس لئے جو شخص اپنی لیاقت سے قرآن کا مطلب نکالے وہ کافر ہے تو اوّل تو یہ قباحت لازم آتی ہے کہ احادیث رسول کی تحقیق وتصحیح کا پہلا اصول یہ ہے کہ انہیں کتاب اللہ پر پیش کیا جائے اور جو کلام الٰہی کے مخالف یا معارض پائی جائے اسے موضوع سمجھا جائے کیونکہ کلام خدا کلام رسول پر مقدم ہے خدا فرماتا ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۞

(پارہ نمبر ۲۵۔ سورہ شوریٰ ۔ ع ۲)

اور جن جن باتوں میں تم لوگ اختلاف رکھتے ہو انکا فیصلہ خدا ہی کے حوالے ہے (لوگو) یہی اللہ تو میرا پروردگار ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور (ہر بات میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اور نیز وہ بتواتر ثابت ہے اور احادیث رسول میں سے اگر متواتر ہیں تو صرف دو چار اور انکو بھی قرآن جیسا تواتر نصیب نہیں۔ پس اگر کلام الٰہی کا سمجھنا حدیث پر موقوف ہو تو دَور لازم آتا ہے اور دوسرے تفسیر کلام اللہ کے متعلق جسقدر احادیث قواعد تنقیح وتعدیل کے موافق صحیح مانکر اصحاب صحاح ستہ نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں وہ قرآن کے بہت ہی قلیل حصہ کے متعلق ہیں اور انکے علاوہ جس قدر حدیثیں اصحاب تفسیر نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں اگرچہ انمیں جرح وتعدیل کی بہت کچھ گنجائش ہے مگر انکو صحیح مانکر بھی تمام کلام الٰہی کی تفسیر ہر پہلو سے کامل نہیں ہوسکتی اور لامحالہ قواعد صرف ونحو اور نکات محاورہ اور تحقیق لغات کی خود ان مفسرین کو ضرورت پڑتی ہے اور اگرچہ یہ تمام قواعد وضوابط اہل علم کے نزدیک بیش بہا افادہ ہیں لیکن کسی عبارت پر ان قواعد کی تطبیق کرنا جیسے کہ فاعل ومفعول وغیرہ اقسام کلام کو سمجھنا بھی عقل ہی پر موقوف ہے اور جب عقل کو قرآن کی بارہ میں بالکل معطل کردیا گیا تو بالضرور ان باتوں کیلئے بھی کسی حدیث ہی کی ضرورت ہوگی۔ اور قطع نظر ان آسان قواعد کے تمام مطالب قرآنیہ بھی تو بالاستیعاب احادیث میں نہیں مل سکتے۔ مثلاً آیت تطہیر کی تفسیر میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے جسمیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آل عبا کو اہلبیت کہا ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر ارشاد کیا ہے کہ ہاں انشاءاللہ تم بھی ہو لیکن اس ایک حدیث سے لفظ تطہیر اور رجس کا مطلب اور ان لوگوں کی تعیین جنکے حق میں خدا نے اہلبیت

کہکر تطہیر کا ارادہ ظاہر کیا ہی کہ آیا وہ صرف آل عبا اور حضرت ام سلمہؓ ہی ہیں یا دیگر ازواج مطہرات اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جنپر صدقہ حرام ہی اور اس امر کا فیصلہ کہ اس آیت کی مؤنث ضمیروں اور کچھ کی مذکر ضمیر سے ایک ہی جماعت مراد ہی یا الگ الگ غرض سوا ایک امر کے اور کوئی مطلب نہیں ظاہر ہوتا اور مخالفین تفسیر بالرائے کوئی حدیث صحیح مرفوع ان تمام امور کے فیصلہ کے لئے نہیں لاتے۔ بجز اسکے کہ کوئی بات قتادہ کی رائے سے بیان ہوگی اور کوئی مقاتل کی قیاس سے اور کوئی مجاہد وغیرہ مفسرین کی تصریح سے۔ اور باقی اپنی قیاس اور لیاقت سے اور جب حدیث مذکور میں "من قال" کا حکم عام ہی تو قتادہ اور مجاہد وغیرہ بھی اپنی رائے کو دخل نہیں دے سکتے۔ اور اس لئے لازم آئیگا کہ بجز چند مضامین کے جنکی حدیثوں میں تصریح ہی تمام مضامین قرآنیہ غیر معلوم اور پردہ اختفا میں مستور ہیں اور تیسری جس زبان اور محاورہ میں قرآن نازل ہوا ہی اسی زبان اور محاورہ میں احادیث رسول ہیں۔ پس تعجب ہے کہ قرآن کو تو کوئی نہ سمجھ سکے اور احادیث کو ایسا سمجھ جائے کہ ان ہی سے مطالب قرآنیہ کو حل کرے اور قطع نظر ان قباحتوں کی جنکو عقل باور نہیں کرتی جب ہم اس غرض کیلئے کلام اللہ کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہی کہ کہیں تو اس کلام پاک کی نسبت دعویٰ ہے کہ وہ ہر طرح سے مشرح اور مفصل ہی۔ اور تشریح و تفصیل اس لئے ہے کہ لوگ اسی سمجھیں چنانچہ ارشاد ہے۔

الۤرٰ۔ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (پارہ نمبر ۱۱ - سورہ ہود - ع ۱)	الرا - (یہ قرآن) ایسی کتاب ہے کہ حکمت والے باخبر (خدا) کیطرف سے اسکی مضامین (بخوبی ثابت و) مستحکم کئے گئے ہیں (اور) پھر خوب تفصیل کیساتھ بیان کئے گئے ہیں۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۱۲ - سورہ یوسف - ع ۱)	اس قرآن کو ہم نے عربی میں (اس لئے) اتارا ہے کہ تم (اسکو بخوبی) سمجھ سکو۔
كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ حم سجدہ - ع ۱)	یہ قرآن کتاب ہے جسکی باتیں زبان عربی میں سمجھ دار لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں۔
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۝ (پارہ نمبر ۲۴ - سورہ حم سجدہ - ع ۵)	اور اگر ہم اسکو عربی کے سوا دوسری زبان کا قرآن بناتے تو (یہ کفار مکہ) ضرور کہتے کہ اسکی آیتیں (ہمکو) کھولکر کیوں نہیں سمجھائی گئیں کیا تعجب کی بات ہے قرآن کی زبان عجمی اور (ہماری) عربی۔
اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲۵ - سورہ زخرف - ع ۱)	ہم نے اسکو (صاف اور سلیس) عربی (زبان کا) قرآن اس لئے بنایا ہی تاکہ تم (اسکو بآسانی) سمجھو۔

پس اگر قرآن ایسا مشکل ہو کہ اپنی رائے سے ہم اسے نہ سمجھ سکیں تو اسکو مفصّل کہنا اور اسکے نازل فرمانے اور عربی جیسی فصیح زبان میں نازل فرمانے کی غرض یہ بیان کرنا کہ تم اسے سمجھو معاذ اللہ غلط ہوگا۔

اور کہیں ارشاد ہے کہ ہمنے قرآن کو آسان کر دیا ہے تا کوئی سمجھے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ (پارہ نمبر ۲۷۔ چہارم جاء از سورہ قمر)	اور ہم نے قرآن کو (لوگوں کی) نصیحت پکڑنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔

پس اگر انسان کی رائے اسمیں کام ہی نہیں دے سکتی تو وہ آسان کیونکر ہوگا اور کوئی اُس سے نصیحت کیونکر پکڑے گا۔

اور ایک جگہہ فرمایا ہے کہ قرآن میں کوئی پیچیدگی نہیں اور وہ سیدھا اور صاف ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ (پارہ نمبر ۱۵ سورہ کہف ع ۱)	ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن اُتارا اور اسمیں کسیطرح کی کجی نہ رکھی بالکل سیدھی (سی) بات ہے تا خدا کیطرف سے (جو) عذاب شدید (کا) فرد بیر ہونیوالا ہے لوگوں کو اس سے ڈرائے

پس اگر وہ ایسی چیستان ہو کہ عقل انسانی اُسمیں ششدر رہجائے تو غیر پیچیدہ اور صاف کیونکر ہوگا اور ایک جگہہ قرآن کو سمجھنا اور اسپر بے سمجھے بوجھے نہ گر پڑنا عباد الرحمان کے نیک اوصاف میں شامل کیا ہے اور فرمایا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ۝ (پارہ نمبر ۱۹ سورہ فرقان ع ۶)	اور (نیز) وہ لوگ کہ جب انکو انکے پروردگار کی آیتیں پڑھکر نصیحت کیجائے تو اندھے اور بہرے ہوکر انپر نہ گریں۔

اور سب سے بڑھکر ایک جگہہ قرآن کو نہ سمجھنا علامت کفر کہا ہے اور فرمایا ہے:۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۝ (پارہ نمبر ۱۵۔ سورہ کہف ع ۸)	اور اس سے بڑھکر ظالم کون جسکو خدا کی آیتیں یاد دلائی جائیں اور وہ اُن سے روگردانی کرے اور اپنی پہلی کرتوت کو بھول جائے (تو) ہم ہی نے انکے دلوں پر پردے ڈالدیئے ہیں کہ (حق بات) کو نہ سمجھ سکیں اور انکے کانوں میں (ایک طرح کی) گرانی پیدا کر دی ہے۔

پس اسے سمجھنے سے قاصر رہنے والوں کے واسطے اس سے زیادہ وعید اور کیا ہوگا۔

اور الکتاب المبین کا لقب اس پاک کلام کے لئے قرآن میں بکثرت مستعمل ہے۔ لیکن حدیث مذکور

کا مذکورہ بالا مطلب قرار دیکر بیان کرنے والی یا واضح صرف احادیث ہیں نہ آیاتِ قرآنی۔

غرض اِن متعدد شہادتوں سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید بالکل قریب الفہم ہے اور انسان اپنی عقل خداداد کو کام میں لائے تو اس سے ہر طرح کی ہدایت اور نصیحت لے سکتا ہے لیکن چونکہ عقول انسانیہ باہم متفاوت ہیں اور رائے زنی کی قوت عقلاً باہم ضرور اختلاف کرتے ہیں اس لئے مطالب قرآنیہ کے سمجھنے میں بھی اختلاف ہونا چاہئے۔ اور ہے۔ پس اختلاف کرنیوالوں کی خطا اور ثواب یا ایمان و کفر کے بارہ میں بھی قرآن نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ جو اختلاف باوجود جاننے اور سمجھنے کے محض بغاوت اور بدنیتی سے ہو۔ وہ تحریف اور کفر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (پارہ نمبر۱ - سورہ بقرہ - ع ۹)	(مسلمانو!) کیا تم کو توقع ہے کہ (یہود) تمہاری بات تسلیم کر لیں گے اور (انکا حال یہ ہے کہ) ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہو گذرے ہیں کہ کلام خدا سنتے تھے۔ پھر اسکے سمجھنے پیچھے دیدہ دانستہ اسکو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے۔
إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (پارہ نمبر۳ - سورہ آل عمران - ع ۲)	دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے (اور بس) اور اہل کتاب نے جو (دین حق سے) مخالفت کی تو (حق بات) معلوم ہونیکے بعد (کی اور) آپس کی ضد سے (کی) اور جو شخص خدا کی آیتوں سے منکر ہو تو اللہ کو (اس سے) حساب لیتے (اور اسکو نافرمانی کی سزا دیتے) کچھ دیر نہیں لگتی۔
وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (پارہ نمبر۲۵ - سورہ شوریٰ - ع ۲)	اور (اہل کتاب جو) جدا جدا فرقے (ہوئے تو) سمجھ آئے پیچھے اپنی باہمی ضد سے ہوئے۔
وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (پارہ نمبر۲۵ - سورہ جاثیہ - ع ۲)	اور ہمنے دین کے کھلے کھلے کام انکو دیئے سو ان لوگوں نے جو ایکدوسرے سے اختلاف کیا تو آگہی ہوئے پیچھے آپس کی ضد سے (کیا) (اے پیغمبر) جن دینی باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں قیامت کے دن تمہارا پروردگار انمیں ان (باتوں) کا فیصلہ کر دیگا

پس معلوم ہوا کہ حسن نیت سے کلام الٰہی میں غور و تدبر کرنا ہر گز کفر نہیں بلکہ خدا کے نیک بندوں کی صفت ہے

گو قصور عقل سے کسی جگہ خطا ہو جائے ۔ اور اس مطلب تک رسائی نہ ہو جو واقع میں قرآن شریف کا ہے اور مطالعہ تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ منصب تفسیر کو زبان رسالت پناہی تک محدود رکھنے کا دعوےٰ صرف زبان سے کیا جاتا ہے اور عملاً اسکا مطلق ثبوت نہیں بلکہ ہر مسئلہ میں علمائے اسلام رائے زنی کرتے رہے ہیں اور اکثر آیات کی تفسیر میں باہم کچھ اختلاف رکھتے ہیں ۔ مثلاً آیت

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (پارہ نمبر ۲ سورہ بقرہ ع ۳۰)	اور (دودھ پلانے کا نان نفقہ جیسا اصل باپ پر ہے) ویسا (اسکے) وارث پر

میں وارث کی بارہ میں علما کے بہت مختلف اقوال ہیں (تفسیر کبیر جلد دوم) اور آیت

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (پارہ نمبر ۲ ۔ سورہ بقرہ ع ۳۱)	(مسلمانو! تمام) نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور (نماز میں) اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو ۔

میں صلوٰۃ وسطیٰ کے بارہ میں قریب اور وہم احتمالات سے بھی زاید یعنی سات اقوال ہیں حالانکہ نمازیں صرف پانچ ہیں اور اسی آیت میں قنوت کے معنوں میں بھی چھ اقوال ہیں (تفسیر کبیر جلد دوم) اور

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۔ (پارہ نمبر ۲ ۔ سورہ بقرہ ۔ ع ۳۱)	اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک کے سلوک (یعنی نان نفقے) اور (گھر سے) نہ نکالنے کی وصیت کر مریں ۔

عام مفسرین اس آیت کو منسوخ سمجھتے ہیں صرف مجاہد اور ابو مسلم اصفہانی اسے منسوخ نہیں مانتے اور اپنی اپنی رائے پر اسکے دو جدا جدا مطلب نکالتے ہیں جنمیں سے ابو مسلم کے پیش کردہ معنوں کو امام رازی نے "وہو فی غایۃ الصحت" لکھا ہے (تفسیر کبیر جلد دوم) علی ہذا تمام قرآن کی تفسیر میں مختلف مطالب اور معانی بیان کئے جاتے ہیں حالانکہ اگر انکی نزدیک صرف جناب رسالتماب سے سنکر ہی مطلب بیان کرنا ہوتا تو ہر آیت کی صرف ایک طرح پر تفسیر ہوتی اور کوئی شخص اختلاف کی جرأت نہ کرتا ۔

اگر کہا جائے کہ گذشتہ مفسرین اسی جگہ اختلاف کرتے ہیں جہاں اونکو اُس آیت کا مطلب بیان کرنیوالی حدیثیں باہم مختلف ملتی ہیں تو اسکے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ یہ صرف حسن ظن ہے ورنہ اختلاف کرنیوالے دلائل اختلاف میں بنائے دعوےٰ اُس حدیث پر اور اسکے قوت روایت اور جانب ثانی کی پیش کردہ حدیث کی ضعف اور جرح پر رکھا کرتے حالانکہ ایسا بہت ہی کم جگہہ دیکھا جاتا ہے اور عموماً اپنی رائے پر عقلی دلائل اور اجتہادی قیاسات پیش کئے جاتے ہیں مثلاً صلوٰۃ وسطیٰ کے بارہ میں ہر اختلاف

کرنے والا جس نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ سمجھتا ہے اُسکے وسطے ہونیکے عقلی قرائن اور نیز اسکے وقت کے افعال
بیان کرتا ہے اور حدیث کو پیش کرنیکا شاید ہی کوئی نام لیتا ہو اور دوسرے کسی ایک مسئلہ میں مختلف
حکم دینے والی حدیثیں بیان افعال وحرکات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور اظہار سنن و نوافل
میں تو ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ممکن ہے کہ ایک وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر حاضرین نے آمین
بالجہر اور رفع یدین کیا ہو۔ اور ایک وقت نہ کیا ہو۔ اور اسلئے دو مختلف دیکھنے والوں میں سے اپنے اپنے مشاہدہ
کے رو سے ایک اُس فعل کا کرنا روایت کرے اور ایک نہ کرنا لیکن مطالب قرآنیہ کے بیان میں یہ اختلاف ممکن نہیں
کہ ایک وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ خدا کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور دوسرے
وقت ارشاد ہو کہ خدا نے مغرب کی نسبت حکم دیا ہے اور پھر کبھی عشاء اور کبھی فجر کا نام لیں پس ضرور ہے کہ جو مطلب
قرآن زبان رسالتمآب سے سنا گیا ہوگا وہ صرف ایک ہوگا اور اُسمیں مختلف احادیث نہیں ہو سکتیں *

غرض گذشتہ بیان سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کا اس طرح مطلب نکالنا کہ قرآن کو عقل سے سمجھنا کفر ہے
قرآن کی متعدد آیات کی رو سے عقل کے رو سے اور نیز سلف صالحین کے طرز عمل کے رو سے یقیناً غلط
ہے اور ضرور ہے کہ اُس حدیث کا مطلب کچھ اور ہوگا اور دوسرا مطلب جو ہو سکتا ہے یہی ہے جو اسی حدیث کے
دوسرے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ایک روایت میں

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار	جو قرآن میں بے جانے بوجھے دخل دے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں سمجھے۔

وارد ہے اور بیشک جو شخص قرآن کو سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا یا رکھتا ہے لیکن تدبر اور تامل کی تکلیف نہیں
گوارا کرتا اور ہر مضمون کی نسبت رائے زنی کرتا ہے اُسکے متعلق تمام آیات اور دلائل کو نہیں دیکھتا اور جو
جی میں آتا ہے قرآن کا مطلب بیان کر دیتا ہے تو وہ شخص قرآن کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنیکا ذریعہ
بنانے اور محض گمان و وہم کی پیروی کرنے کے سبب بے شک کافر ہے اور اُسکے کفر کے لئے نہ صرف یہی حدیث
ہے بلکہ خدا فرماتا ہے:-

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۞ (پ ۱ نمبر ۱ سورہ بقرہ ع ۹)	اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں جو دو سے لفظوں کے رٹ لینے کے سوائے کتاب الٰہی کے مطلب کو کچھ بھی نہیں سمجھتے اور وہ فقط خیالی [illegible]
اور ارشاد ہے وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ	اور اے پیغمبر اکثر لوگ تو دنیا میں ایسے ہیں کہ اگر تم انکی کہی چلو تو تمکو راہ خدا سے بہکا چھوڑیں یہ تو صرف اپنے خیالات [illegible]

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (پارہ نمبر ۸ سورۂ انعام ع ۱۴)	اٹکلیں بیٹھے دوڑاتے ہیں۔

پس اگر کوئی شخص مثلاً لفظ سماء سے وہ اجسام مراد نہیں لیتا جو کرۂ ارض کو محیط ہیں اور ایکدوسرے سے چسپیدہ یا کسی قدر فاصلہ سے تہ بہ تہ واقع ہیں بلکہ بالائی کرّے اور بلند عوالم مراد لیتا ہے یا لفظ جن سے کسی قائم بالذات مخلوق کا جو انسانوں سے علیحدہ ہو قائل نہیں ہے تو اگر وہ اُن آیات کو جن سے متعارف آسمانوں کا یا جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے غلط کہتا ہے تو بیشک کافر ہے لیکن اگر حسن نیت کیساتھ غور کرنے اور اپنی تمام کوشش خرچ کرنے کے بعد اُن آیات کا وہ مطلب غلط سمجھتا ہے جو دیگر مفسرین نے لیا ہے اور آیات کو صحیح اور من عنداللہ مانکر اور طرح پر انکی تاویل کرتا ہے تو اس صورت میں گو اسکی رائے غلط ہو لیکن جب عطاء اور ضحاک وغیرہ متقدمین اور زمخشری اور رازی وغیرہ مفسرین باوجود اپنی اپنی رائے الگ رکھنے کے اور باوجود ایک دوسرے کی تغلیط یا تضعیف کرنے کے خدانخواستہ کافر نہیں ہیں بلکہ معتزلہ اور خوارج وغیرہ فرقہائے اسلامیہ بھی باوجود یقیناً غلط مطلب نکالنے کے محققین اہل سنت کے نزدیک دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتے تو وہ غریب اس قصور پر کہ تدبر و تفکر کے بعد غلط نتیجہ تک پہونچا ہے کیونکر کافر ہو گا۔ ہیں وہ حدیثیں جو بعض مطالب کی تائید میں پیش کیجاتی ہیں سو چونکہ وہ اخبار احاد ہیں اس لئے انہیں جرح کرنا اور روایت یا درایت کے رو سے ضعیف ٹھیرا کر ناقابل عمل کہنا کفر نہیں اور گذشتہ مفسرین بھی اپنی رائے کی خلاف جو اخبار احاد پاتے ہیں اکثر انکی جرح و تعدیل میں گفتگو کرتے ہیں اور ایک شخص جس حدیث کو صحیح مانتا ہے دوسرا اُسی کو وضعی یا ضعیف کہکر اپنے قول کو ترجیح دیتا ہے بلکہ نیک نیتی کے ساتھ ان حدیثوں کی ثبوت اور قوت و ضعف میں گفتگو کرنیکا بھی مضائقہ نہیں جنکو مخالف اپنے خیال میں متواتر باللفظ یا متواتر بالمعنے کہتا ہے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ حسب ارشاد ربانی کلام رسول کی تعمیل اسیوقت واجب ہوتی ہے جب اسکے ثبوت کا یقین ہو جائے اور یقین کے لئے متواتر کہدینے کا دعوے ہی کافی نہیں جو فریق ثانی کیطرف سے پیش کیا جائے بلکہ اپنا ذاتی اطمینان ضروری ہے اور اسی لئے احادیث متواترہ کی تعداد میں قدیم سے اختلاف ہے ایک فریق جسکو متواتر کہتا ہے۔ دوسرا اُسے خبر واحد کہتا ہے۔

غرض زیادہ سے زیادہ اعتراض جو سماء اور جنات وغیرہ مطالب میں خلاف کرنیوالے پر عاید ہوتا ہے یہی ہے کہ اس نے سلف صالحین کے خلاف اعتقاد کیا ہے مگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی کے نزدیک ایسا معصوم نہیں ہے کہ اسکی ہر بات کا وحی ہو اور غلطی کا احتمال نہ رکھے اور رسول اللہ کے

بعد کسی اور پر ایمان لانا تعریف ایمان میں داخل ہی نہ سلف سے اختلاف کرنیوالا کافر قرار پائی بلکہ خداوند کریم نے اپنی کلام پاک کی نسبت دعویٰ کیا ہی کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہی اور فرمایا ہے :-

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ

(پارہ نمبر ۱۴ - سورہ نحل - ع ۱۲)

اور (لوگو اس روز قیامت کو یاد کرو) جب ہم ہر ایک امت میں اس میں سے (پیغمبر کو) گواہ بنا کر اٹھا کرینگی اور (اے پیغمبر) تمکو (تمہارے زمانے کے ان کافروں) کے مقابلہ میں گواہ بنا کر لائینگے اور ہمنے تمپر (یہ) کتاب نازل کی ہے (جسمیں) ہر چیز کا بیان (شافی) ہی اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری -

اور کلشئی میں کلمات اللہ بھی داخل ہیں جنکی نسبت ارشاد ہی کہ وہ کسی طرح ختم نہیں ہو سکتے اور فرمایا ہی :-

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(پارہ نمبر ۲۱ - سورہ لقمان - ع ۳)

اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر (ان سب کے) قلم ہوں اور سمندر کی سیاہی (ہو) اور وہ بھی اس طرح (پر) کہ اسکی (دہ) ہوچکنے پیچھے دوسرے سات سمندر (اور) اسکی مدد کریں (غرض ان تمام قلموں اور ساری سیاہیوں سے خدا کی باتیں لکھی جائیں تو بھی) تو خدا کی باتیں تمام نہوں بیشک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے -

پس کیونکر ممکن ہی کہ اسرار کلام ربانی کی تفصیل اور کلمات اللہ کی تشریح ایک محدود زمانے میں چند مفسرین نے کامل کر دی ہو اور اب کوئی نکتہ اور کوئی دقیقہ کوئی اور شخص ظاہر کر سکتا ہو اور نیز خدا فرماتا ہی :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(پارہ نمبر ۶ سورہ مائدہ ع ۸)

مسلمانو! تم میں سے کوئی اپنے دین (اسلام) سے پھر جائیگا تو خدا (کو اسکی ذرا بھی پرواہ نہیں وہ) ایسے لوگ موجود کر دیگا جنکو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اسکو دوست رکھتے ہونگے مسلمانوں کے ساتھ نرم کافروں کے ساتھ کڑے اللہ کی ساتھ اپنی جانیں لڑا دینگے اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا (کچھ) پاک نہیں رکھینگے - یہ (دینی) خدا کا (ایک) فضل ہے جسکو چاہے دے اور اللہ (کی رحمت بڑی) وسیع ہی اور (سب کے حال سے) واقف ہے

یہاں جن اہل ایمان کو مخاطب کیا ہی اگر ان سے صرف جناب رسالت پناہی کے زمانے کے مسلمان مراد ہوں اور بعد میں آنے والی قوم سے دیگر گذشتہ اہل اسلام تو جس غرض کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہی وہ پوری نہیں ہوتی - کیونکہ غرض یہ ہی کہ اہل اسلام اسبات پر غرہ نہ ہوں کہ ہمیں سے اشاعت اسلام ہوتی ہی اور

اگر ہم اس بات کا بیڑا نہ اٹھائیں تو دین حق معاذ اللہ نیست و نابود ہو جاوے کیونکہ آئندہ خدا ایسے لوگ اور پیدا کردیگا جو امر حق کے اظہار میں کسی قسم کا باک نہ رکھیں گے اور جس بات کو راست و صدق سمجھیں گے بیدھڑک ظاہر کرینگے۔ پس اگر وہ بیدھڑک ظاہر کرنیوالے زمانہ سلف میں ہوچکے تو وہ لوگ یہ فخر کر سکتے ہیں کہ ہمیں تھے جنسے خدا کا بول بالا ہوا اور نہ آئندہ زمانہ میں تو کوئی پیدا ہی نہ ہوگا جو اظہار حق کر سکے۔ پس مذکورہ بالا غرض اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے کہ یہ خطاب عام اہل ایمان کو ہو چاہے وہ کسی زمانے میں ہوں کہ تم اگر دین اسلام سے پھر جاؤ تو کچھ مضائقہ نہیں ہم اور لوگ تم سے بہتر کام کرنیوالے پیدا کر دیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو اسرار کلام ربانی کو ظاہر کرینگے اور کسی کی طعن و ملامت کو خیال میں نہ لائیں گے اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے تقدیم و تاخیر پر کچھ منحصر نہیں

بعض اوقات کسی مسئلہ میں کفر کا فتویٰ اسلئے دیا جاتا ہے کہ تمام گذشتہ اہل الرائے اسکے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اسلئے یقیناً وہی منشا خداوندی ہے جو وہ کہتے ہیں اور اسلئے اسکا انکار حکم خدا کا انکار ہے مگر یہ مسئلہ انکار کلام الٰہی کا مسئلہ نہیں بلکہ خرق اجماع کی بحث ہے تاہم اسکی نسبت بھی غور کرنا ضرور ہے اور اگرچہ کسی مسئلہ میں تمام امت کے اجماع کا ثبوت بہت مشکل ہے اور اگر یہ بسبیل تنزل تسلیم بھی کیا جائے تو شاید ضروریات دین ہی میں ثابت ہوگا جنمیں اجماع سے قطع نظر قرآن و حدیث سے بھی ثبوت دیا جاسکتا ہے اور اس لئے اس صورت میں اگر کہیں کفر لازم آئیگا تو اسکی وجہ انکار خدا و رسول بھی قرار پاسکتی ہے نہ محض انکار اجماع مثلاً اگر کہا جائے کہ خدا کو تمام مسلمان اول سے آخر تک ایک مانتے ہیں اسلئے دو خدا ماننے والا اس اجماع کا انکار کرنے سے کافر ہوگا تو کہا جاسکتا ہے کہ خدا کو ایک ماننا صرف اجماع ہی سے ثابت نہیں بلکہ خود قرآن قوی دلائل کے ساتھ اسکا ثبوت دیتا ہے اور اسکے منکر کو کافر کہتا ہے اسلئے ایسے شخص کا کفر انکار اجماع سے نہیں بلکہ انکار قرآن یا انکار خدا سے ہے۔ لیکن سر دست اجماع کو کسی ایسے مسئلہ میں بھی ممکن مانکر جسمیں خدا اور رسول کیطرف سے تصریح نہ ہو اسکی دلائل میں فکر کیا جاتا ہے۔

اجماع کی تعریف یوں کیجاتی ہے کہ وہ امت محمدیہ کے اہل الرائے علماء کا ایک زمانے میں کسی ایسے امر پر اتفاق کرنا ہے جسمیں کتاب و سنت سے بصراحت حکم نہ پایا جائے اور یہ اتفاق یا تو تمام اہل علم کی زبانی اقرار سے ہو یا بعض کے اقرار اور بعض کے سکوت سے اور یا بغیر اظہار لسانی کے سب کے عمل کرنیسے اور پھر اسکو حجت شرعی قرار دینے میں بہت اختلاف ہے شیخ محی الدین ابن عربی کے نزدیک اور امام احمد بن

حنبل کی ایک روایت میں صرف صحابہ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف اہل مدینہ کا اور شیعہ کے نزدیک صرف اہلبیت رسالت کا اجماع حجت ہے اور بعض افراد امت اگرچہ کم ہیں مگر سرے سے اجماع کو حجت ہی نہیں سمجھتے اور امام شافعیؒ صرف اُس اجماع کو حجت قرار دیتے ہیں جسمیں تمام اہل الرائے فرداً فرداً زبانی اقرار کریں اور ایسا نہ ہو کہ بعض اعتراف کریں اور بعض خاموش رہیں۔

اور یہ اختلاف باستثناء شیعہ اور منکرین اجماع کے چونکہ اہل سنت کے بڑے بڑے علمائے فحول اور ائمہ مجتہدین کے درمیان ہے اسلئے مطلقاً اجماع کو ماننے والوں میں بھی اس کے انکار کو ہر جگہہ کفر نہیں تسلیم کیا گیا اور نہایت احتیاط سے اسکی تفریق کیگئی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں چونکہ سب اہل سنت کا بظاہر اتفاق تھا اسلئے انکے ایسے اجماع کو جسمیں سب کی طرف سے زبانی اقرار ثابت ہوا اور آئندہ ہر زمانے میں اسکو اس قدر جماعت بیان کرتی آئی جو تواتر کی حد میں آسکے تو ایسے اجماع کو حجت یقینی اور اسکے انکار کو کفر کہا گیا ہے اور اگر نقل کرنیوالی جماعت کسی ایک زمانہ میں بھی تواتر کے درجہ سے کم ہو جائے تو یقین کی جگہہ اسکو مورث ظن سمجھا گیا ہے اور اسکا انکار کفر نہیں مانا گیا اور علی ہذا صحابہ کا ایسا اجماع جسمیں بعض کیجانب سے زبانی اظہار ہوا اور بعض کیجانب سے سکوت وہ بھی اگرچہ دلیل قطعی کہا گیا ہے مگر اسکا انکار کفر نہیں سمجھا گیا اور صحابہ کے بعد کے لوگوں کا کسی ایسے امر پر اجماع جسمیں ان سے پہلے علماء کا اختلاف ثابت نہ ہوا ہو۔ حدیث مشہور کے مساوی مانا گیا ہے اور انکار پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا گیا اور اگر انکا کسی ایسے مسئلہ میں اتفاق ہو جائے جسمیں گذشتہ علماء سے اختلاف رائے مروی ہو تو اسکو صرف قیاس مجتہد پر ترجیح دیگئی ہے اور انکار سے کفر یا ضلالت کا جرم نہیں عائد کیا گیا۔

یہ وہ تفصیل ہے جسکو مؤیدین اجماع کیجانب سے عام کتب اصول میں لکھا گیا ہے اور اس قدر تو اس تفصیل سے بھی ثابت ہو گیا کہ جس قدر مسائل میں اجماع کا دعوے کیا جاتا ہے اور بعض نیکدل مگر عجلت پسند حضرات انکی مخالفت پر کفر کا فتوے دیدیتے ہیں متقدمین کے نزدیک انمیں سے کسی کے انکار پر بھی کفر لازم نہیں آتا تاوقتیکہ صحابہ کیجانب سے فرداً فرداً ہر ایک کے زبانی اقرار کے ساتھ اتفاق کرنیکا ثبوت اور ثبوت بھی بحد تواتر نہ دیا جائے اور یہ ایسا مشکل دعوے ہے کہ اسکی مثال میں صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کو پیش کیا جا سکتا ہے کہ اسمیں انکی بیعت بھی ہر شخص نے کی تھی اور اسکی روایت بھی ہر زمانے میں بتواتر ثابت ہو سکتی ہے اور اسلئے اس اصول کو مانکر اس مسئلہ سے انکار کرنیوالے کو کافر کہا جا سکتا ہے

لیکن دیکھا جاتا ہے تو عملاً یہ کفر بھی عام طور پر نہیں تسلیم کیا گیا۔ کیونکہ شیعہ کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ ہی خلافت کا ہے اور شیعہ رہکر کوئی شخص بھی حضرت صدیقؓ کو جائز خلیفہ نہیں مان سکتا۔ بس چاہیئے کہ وہ سب کافر ہوں حالانکہ یہ بزرگوار جزاہ اللہ خیر شیعہ کو کیسا ہی خلاف حق سمجھتے ہوں مگر کافر نہیں کہتے جس سے ثابت ہوا کہ ایسے اجماع کا انکار بھی اُنکے نزدیک قطعاً وجہ کفر نہیں۔

یہ وہ احتیاط ہے جو بزرگانِ دین (شکر اللہ سعیہم) ایمان و کفر کے بارے میں مبذول فرماتے تھے لیکن آجکل کسی مسئلہ میں صرف سلف صالح کے خلاف ہونا گو قرآن و سنت سے کوئی یقینی فیصلہ نہ ہوسکتا ہو تکفیر کے لئے کافی سمجھا گیا ہے اور استشہاد میں فلاں علامہ یا فلاں محقق کا ایسے شخص کو کافر کہنا قطعی ثبوت مانا گیا ہے حالانکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص معصوم اور خطا فی الاجتہاد سے پاک نہیں ہوسکتا اور اسلئے ایسا اہم فیصلہ بغیر حکم قطعی کے نہایت زبردستی ہے لیکن تاہم اجماع کی بارے میں جو سندیں پیش کیجاتی ہیں انمیں غور کرنا ضرور ہے۔ چنانچہ اُنکی سب سے قوی دلیل آیت ہے:۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (پارہ نمبر ۵۔ سورہ نساء ۔ ع ۱۷)	اور جو شخص راہ راست کی ظاہر ہوئے پیچھے پیغمبر سے کنارہ کش ہو اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا (دوسرے رستہ) ہولے تو جو (رستہ) اس نے اختیار کیا ہے ہم اسکو اسی رستے چلائیں گے اور (آخر کار) اسکو جہنم میں (لیجا) داخل کرینگے اور وہ (بہت ہی) بری جگہ ہے

یہاں غیر مومنین کے اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دونو پر عذاب جہنم کی سزا مقرر کی ہے امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے اجماع کا ثبوت قرآن سے پوچھا گیا تو آپنے تین دفعہ تمام کلام اللہ کی تلاوت کی اور یہ آیت دریافت کی۔ اس روایت سے اتنا تو ثابت ہوا کہ اگر قرآن سے استدلال ہوسکتا ہے تو صرف اسی ایک آیت سے مگر ایک اعتراض تو اس استشہاد پر خود امام رازیؒ نے کیا کہ اس سے صرف مومنین کی سوا اور لوگوں کے اتباع کرنے اور انکے ہم خیال ہونیکی حرمت ثابت ہوتی ہے حالانکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں عام مومنین کی رائے کو بھی صواب جانے اور اغیار کا بھی ہم خیال نہ ہو بلکہ اپنی الگ رائے رکھتا ہو یا اس بارے میں ساکت ہو اور اس آیت سے ایسے شخص پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اور اس اعتراض کو امام رازیؒ نے بہت سی الٹ پھیر کے بعد آخر لا یخل مانا ہے۔ اور دوسرا اعتراض جسکا توضیح نے کیا ہے کہ یہاں ہی مخالفت رسول ہے جسکو اتباع غیر سبیل المومنین کے

لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اصل میں دونوں فقروں کا ایک ہی مطلب ہے اور چونکہ عنوان مختلف ہیں اس لئے عطف جائز ہوگا۔ جیسے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ سورۂ نساء	مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

میں اطاعت رسول بعینہٖ اطاعت خدا ہے اور صرف تبدل الفاظ سے عطف جائز ہو گیا ہے۔ صاحب تلویح اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس معنی سے بھی عطف صحیح ہوتا ہے لیکن سبیل مؤمنین عام ہے پس اسے فرمودۂ رسول کیساتھ خاص کرنیکی کوئی وجہ نہیں۔ اور نیز نئے لفظ سے نیا مطلب لینا بہتر ہوتا ہے۔ صاحب تلویح نے جو فرمایا بجا ہے لیکن صاحب توضیح کا اعتراض اس طرح دور نہیں ہوتا۔ کیونکہ غرض یہ ہے کہ اس آیت کا مذکورہ بالا مطلب بھی ہوسکتا ہے اور صاحب تلویح اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ پس جب دونوں طرح تفسیر ہوسکتی ہے گو ایک طرح انسب ہو اور دوسری طرح صرف مناسب تو استشہاد یقینی نہیں رہتا اور انکار سے کفر کا فتوے نہیں دیا جا سکتا۔

لیکن ان اعتراضوں سے قطع نظر ہی جب دیکھا جاتا ہے تو اس آیت میں خداوند کریم نے مخالفت رسول کے بعد مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ (راہ راست کے ظاہر ہوئے پیچھے) کی قید لگائی ہے اور فرمایا ہے کہ باوجود ہدایت ظاہر ہونے اور اسباب یقین کامل ہونیکے پھر بھی رسول کی مخالفت کرنا باعث عذاب الیم اور موجب غضب خداوندی ہے اور ہدایت واضح کرنیکی غرض سے ہمیشہ اپنے رسولوں کو آیات بینات اور معجزات باہرات دیکر مبعوث فرمایا ہے اور اپنے کلام میں طرح طرح کے دلائل رسول کی صداقت اور حقانیت کے دیتے ہیں پس جب مخالفت رسول کو بغیر اظہار حقانیت کے باعث عذاب نہ ٹھہرایا اور اسکی رسالت بلکہ اسکی ہر ایک فرد کیلئے دلائل یقینیہ کا بعید اہتمام کیا گیا تو عام مؤمنین کی مخالفت بھی ایسی صورت میں باعث عذاب ہوگی جبکہ انکی رائے کی حقیقت ثابت ہوجائے اور یہ کسیطرح سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول کی بات تو دلائل اور معجزات سے سمجھنے کی ضرورت ہو اور عام مؤمنین کی فیصلہ کو بے سمجھے بوجھے ماننا پڑے اور جب انکی اعتقاد کے دلائل کو بھی دیکھنا ضرور ہو تو جس رتبہ اور قوت کی دلائل ہونگی اسی کے موافق یقین کرنا اور ماننا ضرور ہوگا۔ یعنی اگر دلائل قطعیہ ہونگی مثلاً اجماع وحدانیت باری یا رسالت ختمی بنا ہے تو بیشک ایسے عقائد میں مسلمانوں کے خلاف چلنے والا کافر ہوگا اور اگر دلائل ظنی ہونگی جیسے عام اجتہادی مسائل میں اور اجماع سے سند لینی کی ضرورت بھی ایسی ہی مسئلوں میں پڑتی ہے۔ تو انکا منکر کسی طرح کافر نہیں ہوسکتا۔

اور یہ ہدایت ظاہر ہونیکی قید جو مخالفتِ رسُول جیسے خوفناک جرم پر لگائی گئی ہی ایسی ہی جس نے
اس آیت کو بجائے دلیل اجماع ہونیکی غیر مقبولیت اجماع کا ثبوت بنا دیا ہی اور بتا دیا ہی کہ مدار یقین محض
ثبوت کی قوت اور ضعف پر ہی نہ ماننے والوں کی وجاہت یا کثرت پر البتہ جو شخص تدبر و تفکر کا مادہ
نہیں رکھتا اور دلائل کے قوت و ضعف کو نہیں پرکھ سکتا اسکے لئے ضرور ہی کہ جو بات عام مسلمانوں
کے نزدیک یا اکثر کے نزدیک مسلم ہو اُسپر عمل کرے اور ایسا شخص اگر بے راہ روی اختیار کرے گا۔
اور محض ہٹ دھرمی سے اپنے تئیں جماعت سے الگ کرلیگا تو وہ یقیناً گمراہی کے گڑھے میں گریگا اور
یہ جناب باری عز اسمہ کی غایت رحمت ہی کہ جہاں عقلاء کو دلائل باہرہ اور آیات ظاہرہ دکھلایا ہے
اور کہتا ہی کہ باوجود اس تبیان اور اظہار کے تمہارا انحراف محض گمراہی ہی وہاں عام جہلاء کو یوں ہدایت کرتا
ہے کہ تم دیگر عقلائے مؤمنین کو جس راہ چلتے دیکھتے ہو اُس طرف آجاؤ۔ پس صاحب توضیح کی مذکورہ بالا
رائے بالکل بجا ہی اور اس آیت سے غرض امور شریعت یا بالفاظ دیگر فرمودۂ خدا و رسول پر لوگوں کو پختہ کرنا
ہی جسکو دو پیرایوں میں ظاہر کیا گیا ہی اور تبیان ہدایت اور ضرورت دلائل کی قید سے سبیل مؤمنین اور اتباع
رسُول کے متحد ہونیکی وجہ بھی پیدا کردی گئی ہے۔ کیونکہ جب اتباع مؤمنین کیواسطے بھی دلیل کی ضرورت
ہوئی جیسے اتباع رسول کے لئے اور دلیل لامحالہ قرآن و سنت سے ہوگی تو اس صورت میں اتباع مؤمنین
اصل میں اُسی فرمودۂ رسول کا اتباع ہوا جو دلیل میں پیش کیا گیا ہے اور اس طرح صاحب تلویح کا اعتراض
بھی جاتا رہا جو کہتے ہیں کہ سبیل مؤمنین اتباع رسول سے عام ہی اور چونکہ بنی نوع عاقل اور جاہل
دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور ایک فریق کے لئے دلیل سے رستہ صاف کردینے کے بعد دوسرے گروہ کیلئے
جو پیچیدہ مسائل اور مشکل معاملات میں رائے زنی نہیں کرسکتا کوئی سبیل کا رستہ نہ بتانا ایک نقص ہوتا اسلئے
انکو فرما دیا گیا کہ غرض اصلی صرف اس نتیجہ تک پہنچنا ہی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہی پس تم دیگر سمجھنے والوں
کے اتباع سے اسپر عمل کرو اور اس طرح اس نئے لفظ سے نیا مطلب بھی نکل آیا جسکا صاحب تلویح کو
اشتیاق تھا غرض کسی ایسے مسئلہ یا ایسی تفسیر کے متعلق جسمیں جمہور کے دلائل کسی شخص کی رائے میں قوی نہیں
ہیں یا اسکے نزدیک انکے خلاف دلائل موجود ہیں انکی دلائل کو خواہ نخواہ ماننے اور اپنی دلائل کو بیوجہ
چھوڑ کر جمہور کی تقلید کرنیکا حکم اس آیت سے کسی طرح مستنبط نہیں ہوتا چہ جائیکہ ایسا نہ کرنیوالے کا کفر ثابت ہو۔
اور اسکے سوا کوئی اور آیت اس بارہ میں اگرچہ نہیں ملی مگر تاہم چند آیتوں سے قیاس کیا گیا ہی مثلاً

ارشاد ہے :-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پارہ نمبر۲ - سورہ بقرہ - ع ۱۷)	اور (مسلمانو) اسی طرح ہمنے تمکو بیچ کی راس کی امت (یعنی) بنایا ہے تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو -

اور فرمایا ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۚ (پارہ نمبر۴ - سورہ آل عمران - ع ۱۲)	لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم (مسلمان) سب سے بہتر ہو -

ان آیتوں میں اس امت کو وسط کہا گیا ہے جسکے معنی عدالت کے ہیں اور خیریت سے تعریف کی گئی ہے جو دین میں کامل ہونیکے سبب ہو سکتی ہے - اور ایسی عادل اور کامل قوم کسی غلط بات پر اجماع نہیں کر سکتی اسلئے انکا اجماع حجت ہوگا -

لیکن اول اگر اس استدلال کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی دعوی زیر بحث کو اس سے قوت نہیں پہونچتی اور نہیں ثابت ہوتا کہ انکے خلاف اعتقاد رکھنے والا دین و ایمان سے بیگانہ ہو جائے گا - اور دوسرے صاحب تلویح نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ کسی مسئلہ میں باوجود کوشش کرنے کے غلط نتیجہ پر پہونچنے اور اجتہاد میں خطا کرنے سے نہ انسان خیر سے شر ہو جاتا ہے اور نہ عادل سے ظالم ورنہ تمام مجتہدین اور ائمہ امت اور صحابہ کرام جو ہزارہا مسائل میں باہم مختلف ہیں اور ہر اختلاف میں یقیناً صرف ایک ثواب پر ہے - باقی سب خطا پر معاذ اللہ خیریت سے عاری اور عدالت سے بے بہرہ ہونگے - اور چونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے توسط سے ما و شما عام جہلائے قوم اور اراذل امت بھی اپنے تئیں امت وسط اور خیر الامم میں داخل سمجھتے ہیں اس لئے انکے نکلجانے پر تمام امت اس عزت و افتخار سے محروم ہو جائیگی اور خداوند کریم کا انکو ایسا کہنا معاذ اللہ بے محل ہوگا پس جب خطائی الاجتہاد سے خیریت اور عدالت میں کوئی نقص نہیں آتا تو کسی زمانے کے علماء کا کسی اجتہادی غلطی پر اجماع کر لینا کیونکر ان آیات کے خلاف ہوگا اور علیٰ ہذا جو شخص ان کے خلاف رائے رکھتا ہے وہ بھی محض اجتہادی غلطی سے کسطرح شر و ظلم اور ضلالت و کفر کا مورد ہوگا -

امام رازی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں ایک اور آیت سے بھی استدلال کیا ہے جہاں خدا فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پارہ نمبر۵ سورہ نساء - ع ۸)	مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (انکا بھی)

وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ہمکو اولی الامر کی اطاعت کا حتمی حکم دیا گیا ہے اور جس شخص کی اطاعت کا حکم خدا کی طرف سے دیا جائے وہ معصوم ہونا چاہئے ورنہ بصورت اسکے خطاکار ہونیکے اتباع خطا کا حکم ہوگا جو یقیناً ممنوع ہے اور یہ معصوم کوئی ایک شخص یا متعدد افراد نہیں ہوسکتے کیونکہ ایسے معصوم کو ہم پہچان ہی نہیں سکتے تو اتباع کیونکر کرینگے اسلئے لامحالہ ایسے معصوم تمام افراد امت ہی ہوسکتے ہیں جو کسی بات پر اجماع کرلیں پس اجماع حجت قطعی ہوا۔

مگر امام موصوف اور اُنکے ہمخیال بزرگواروں کی خدمت میں باادب گذارش ہے کہ کسی لفظ سے اس کے حقیقی معنے اسی صورت میں نہیں لئے جاسکتے جبکہ ایسا کرنیمیں کوئی قباحت ہو۔ پس اولی الامر کے صاف اور صریح معنے یعنی اصحاب حکومت اور سلاطین مراد لینے میں اگر کچھ دقت ہو تو بیشک کوئی اور مطلب تلاش کرنیکی ضرورت ہوگی۔ مگر امام مرحوم کے زور قلم نے چند قباحتیں بھی پیدا کی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امرا و سلاطین کا اتباع اسی صورت میں واجب ہے جبکہ انکا فرمان قرآن و سنت کے مطابق ہو اور اس صورت میں انکا اتباع خود قرآن و سنت کا اتباع ہے کوئی جداگانہ اطاعت نہیں جسکو الگ ذکر کرنا ضرور ہو۔ پس یہاں اولی الامر سے امرا و سلاطین مراد نہیں ہوسکتے۔

مگر دیکھا جاتا ہے تو امام صاحبؒ کا یہ اعتراض اطاعت رسولؐ پر بھی ہوسکتا ہے کیونکہ رسولؐ کا فرمان بھی اسی لئے واجب العمل ہے کہ منشاء ربانی کے مطابق ہے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۷ - سورہ انعام - ع ۵)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کی سرکار کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو بس اسی حکم پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ آیا اندھا اور سوانکھا (دونو) برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سوچتے۔
اور ارشاد ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (پارہ نمبر ۲۷ - سورہ النجم - ع ۱)	اور نہ اپنی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ یہ وحی آسمانی) ہے جو اُنپر نازل ہوتی ہے۔

پس رسول کا اتباع بھی بعینہ حکم ربانی کا اتباع ہی کوئی جداگانہ اطاعت نہیں اسلئے اسکو بھی الگ ذکر کرنا ضرور نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ رسول بعض امور میں اپنے قیاس اور استنباط سے بھی حکم دیتا ہی اور ایسے احکام کی اطاعت کے لئے جداگانہ حکم دیا گیا تو یہ اجتہاد اور قیاس کی لیاقت دیگر افراد امت کو بھی دیگئی ہی اور حاکم وقت بھی بعض احکام اس قسم کے استنباط سے دیسکتا ہی پس انکی اطاعت کے لئے یہاں بھی جداگانہ حکم دینے کی ضرورت ہوگی۔

اور حقیقت یہ ہی کہ اکثر جابر سلاطین کی شورہ پشتی سے جنہوں نے اپنی زبان کو قانون بنایا ہوا ہی یہ دہوکا ہوا ہی کہ بادشاہ کی اطاعت جبہی صادق آتی ہی کہ جو بجا و بیجا وہ چاہی حکم دے اور دوسرے اسکے آگے سر تسلیم خم کرینگی اور اگر بادشاہ قانون کی اندر محدود ہو تو اسکی اطاعت نہ ہوئی بلکہ قانون کی اطاعت ہوئی حالانکہ یہ خیال غلط ہی اور واقع میں قانون ایسی چیز ہی کہ بادشاہ بلکہ خود پیغمبر اسکے ماتحت ہوتے ہیں اور اسکے خلاف کرنا نہیں کسی طرح جائز نہیں ہوتا اور باینہمہ جیسے وہ خود قانون کی ماتحت ہوتے ہیں خلق خدا انکی ماتحت ہوتی ہی اور وہ محل او موقع کے مناسب قانونی احکام نافذ کرتے ہیں اور رعیت انہیں بجالاتی ہی اور یہ مذہب اسلام کا ایک بڑا فخر ہے کہ اُس نے ایسے تاریک زمانے میں جبکہ شاہ رعیت کے باہمی تعلقات کے لئے دنیا کوئی قاعدہ قانون نہیں جانتی تہی جابر سلاطین کی گردنیں بھی قانون کے آگے جھکادیں اور بتادیا کہ کوئی شخص محض اپنی مرضی سے جو چاہے کرنیکا مجاز نہیں اور خود اس آیت میں بھی فرمادیا

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (پارہ نمبرہ ۔ سورہ نساء ۔ ع ۸)	پس اگر کسی امر میں تم (اور حاکم وقت) جھگڑا کرو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہی کہ اس امر میں اللہ اور اُس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمہارے حق میں) بہتر ہی اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے۔

اور اب تو یہ مسئلہ ایسا صاف ہوا ہے کہ تمام مہذب دنیا جانتی ہی کہ بادشاہ بھی خود مختار اور مطلق العنان نہیں ہوتے اور جو ایسا کرتے ہیں وہ اپنے فرض سے غافل ہیں پس جس طرح دینی معاملات میں اطاعت رسول ضرور ہی حالانکہ وہ حکم خداوندی سے باہر نہیں ہوسکتا اسی طرح دنیوی انتظام میں اتباع حاکم ضرور ہے گو وہ خود ایک قوی بندش میں قید ہی۔

اور امام صاحب نے اسی اعتراض کو پانچویں نمبر پر پھر ذکر کیا ہی اسطرح کہ امرا اور سلاطین کے احکام

علماء کے فتووں پر منحصر ہیں۔ پس حقیقت میں علماء ہی اولی الامر ہوئے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تبدیل الفاظ سے کیا مطلب نکلا۔ اگر حکام فتاویٰ علماء کے محتاج ہیں تو علماء بھی حکم خدا و رسول کے محکوم ہیں اور پھر پھرا کر وہی بات نکلتی ہے کہ سب قانون یا حکم ربانی کے ماتحت ہیں اور کوئی اپنے اختیار اور مرضی سے ذرہ بھر حرکت نہیں کر سکتا اور با ایں ہمہ اپنے اپنے موقع پر جس قانون کو امرا یا علماء جاری کریں اسکا ماننا فرض ہے۔

دوسرا اعتراض امام صاحب یہ کرتے ہیں کہ اگر یہاں بادشاہ مراد ہوں تو ایک شرط اور بڑھانی پڑیگی یعنی "بادشاہ کی اطاعت کرو اگر اسکا حکم حق اور راست ہو" اور اجماع مراد لینے میں اس شرط کی ضرورت نہیں لہذا یہ معنی اولیٰ ہیں اور اسی مطلب کو چوتھے نمبر پر بالفاظ دیگر یوں ظاہر کیا ہے۔ کہ اطاعت خدا و رسول تو ہر حال میں ضروری ہے مگر اطاعت سلاطین اسی صورت میں ضروری ہے جب وہ عادلانہ حکم دیں اور بصورت ظلم کے انکی اطاعت حرام ہے اور اجماع قطعاً واجب الاتباع ہے اسلئے وہی مراد ہوگا۔

مگر امام موصوف سے کون عرض کرے کہ اگر اجماع فرضاً کسی ناجائز اور غیر حق امر پر ہو جائے تو کیا جب بھی اتباع واجب ہے؟ اور کیا بادشاہ کے کسی ظالمانہ حکم سے فوراً انکار کر دینا چاہیئے؟ وہ پہلے اعتراض کے شروع میں فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ بادشاہ کی اطاعت صرف امر حق میں ہونی چاہیئے اور یہاں کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اجماع کا اتباع ہر حال میں ہونا چاہیئے لیکن حیرت ہے کہ اجماع کا ثبوت پیش کرتے ہوئے خود اجماع ہی کو دلیل گردانا جاتا ہے جو کسی طرح قابل تسلیم نہیں اور حقیقت میں حق اور راست ہونیکی شرط ہر جگہ ہے۔ خود خدا کا حکم اس لئے واجب الاتباع ہے کہ وہ عین حق اور صدق ہے۔ رسول کی اطاعت اس لئے فرض ہے کہ وہ محض عدل و انصاف سے پس اہل اجماع کا اتباع بھی جب ہی فرض ہونا چاہیئے کہ وہ صواب پر ہوں۔ اور اس بارہ میں کسی قدر عموم ہو سکتا ہے تو بادشاہی کے احکام میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر بادشاہ کے کسی ظالمانہ حکم کا اتباع نہ کیا جائے تو وہ جبکہ ظالمانہ حکم دینے سے پرہیز نہیں کرتا تو انکار پر سزا دینے سے کب باز رہیگا۔ اور اس صورت میں انکار کرنیوالا اس انکار سے اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالیگا۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ	اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پارہ نمبر ۲ سورہ بقرہ ع ۲۴)	احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور نیز بادشاہوں کے حکم منت خوشامد سے نہیں ہوا کرتے کہ ہم انہیں نہ بجالائیں بلکہ وہ جبری احکام ہوتے ہیں اور خصوصاً ظالموں کے مزاج میں تو اور بھی زیادہ جبر ہوتا ہے اور خدا نے جبر کی صورت میں کلمات کفر تک کو جائز کر دیا ہے تو اور کوئی ناجائز فعل اس صورت میں کیونکر جائز نہ ہوگا۔ پس امام صاحب کیونکر فتوے دیتے ہیں کہ ظالم کے حکم کا اتباع حرام ہے نظر برین حالات اگر شرط مذکور کے بغیر کوئی حکم ہو سکتا ہے تو وہ بھی اطاعت سلاطین و حکام ہے۔

غرض کسی دلیل سے نہیں ثابت ہوتا کہ اولی الامر سے سلاطین اور حکام مراد نہیں ہیں بلکہ اسی آیت کے آئندہ کلمات سے کہ "اگر کچھ اختلاف ہو تو خدا اور رسول کے حکم کیطرف رجوع کرو" معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اہل اجماع مراد نہیں ہیں کیونکہ جیسا امام صاحب فرماتے ہیں انکو خطا سے محفوظ اور انکے حکم کو قطعاً واجب الاتباع مانا جاتا ہے۔ پس انکی اتباع کا یوں حکم ہونا چاہئے تھا کہ اختلاف ہرگز نہ کیا جائے اور انکا حکم بیچون وچرا مانا جائے اور اختلاف کے وقت منصف کیطرف رجوع کرنے اور اس سے فیصلہ لینے کی ضرورت اسی صورت میں ہے کہ اختلاف کرنیوالی خطا اور غلطی سے محفوظ نہ ہوں اور امراو سلاطین بیشک اسی طرح کے لوگ ہیں پس ان لفظوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہاں یہی لوگ مراد ہیں اور انہی کے کسی مشتبہ حکم پر اگر اختلاف پیدا ہو اور کچھ اہل اثر لوگ بادشاہ کو راہ راست دکھانے کی جرات کریں تو کتاب و سنت سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔

اور ان آخری الفاظ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولی الامر کے لئے معصوم ہونا ضرور نہیں جیسا کہ امام صاحب نے ابتدائی دلیل میں فرمایا ہے کیونکہ اس صورت میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں اور اسکے واسطے فیصلہ کی سبیل بتانی محض بے محل ہے۔

اور اگر امام صاحب کا فرمانا بجا سمجھا جائے اور اولی الامر سے اہل اجماع مراد لئے جائیں تب بھی ان آخری الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسے اختلاف کرنا اور انکے حکم کو نہ ماننا کفر نہیں بلکہ ایسے وقت جو حکم کتاب و سنت سے ثابت ہو قطعی یا ظنی یا اجتہادی اسی کے موافق منکر کے ایمان و کفر کا فیصلہ ہوگا۔ پس اس آیت سے بھی اگر اجماع مراد لیا جائے تو وہی بات ثابت ہوئی جو وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ (اور جو مسلمانوں کے رستہ کے سوا کسی اور کے پیچھے چلے) سے ثابت ہوتی ہے

یعنی جس شخص میں اختلاف کی لیاقت نہ ہو یا وہ اتفاق رائے رکھتا ہو تو اسپر اتباع واجب ہے اور اگر کوئی وجہ اختلاف کی ہو سکے تو پھر اتباع ضرور نہیں بلکہ اسوقت یقین کا مدار دلیل کی قوت اور ضعف پر ہوگا اور اس معنی سے یہ آیت بھی بجائے ثبوت اجماع کے اسکی تردید کی دلیل ہوئی اور انصاف سے دیکھیں تو ان آخری الفاظ نے محض اختلاف سلف سے کافر کہنے والوں کی زبان روکدی ہے اور فیصلہ کے لئے نہائیت صاف رستہ بتا دیا ہے۔ والحمد للہ الحکیم الخبیر۔

علاوہ آیات مذکورہ کے دو ایک حدیثوں سے بھی اجماع کی تائید اور منکرین کی تکفیر کیجاتی ہے چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی الضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا میری امت کو یا راوی کہتا ہے کہ فرمایا محمد کی امت کو گمراہی پر جمع نہ کریگا اور جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے اور جو اس سے نکلیگا آگ میں گریگا۔

اور ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ کیونکہ جو اس سے نکلیگا آگ میں گریگا۔

پہلی حدیث کو مؤیدین متواتر بالمعنی کہتے ہیں اگرچہ تواتر کو ثابت کرنا جسکا انکار کفر تک پہنچائی کا ردے دارد مگر اس سے قطع نظر بھی اس استدلال کا جواب وہی ہے جو صاحب تلویح نے آیات مذکورہ کی بحث میں دیا ہے کہ اجتہاد میں خطا کرنا ضلالت نہیں ورنہ تمام ائمہ مجتہدین معاذ اللہ ضال اور گمراہ ہونگے لہذا نہیں ثابت ہوتا کہ نادانستہ غلطی پر بھی اجماع نہیں ہو سکتا۔ پس اس حدیث سے منکر اجماع کی تکفیر ہرگز نہیں ثابت ہوتی۔ اور دوسری حدیث کا اگر یہ مطلب ہو کہ باوجود سواد اعظم کی خطائے اجتہادی کو دریافت کرنے اور انکے خلاف قوی استدلال لمجانے کے بھی انہی کا اتباع ضرور ہے ورنہ داخل جہنم ہوگا تو یہ مطلب گذشتہ آیات اور تمام کلام اللہ کی ہدایات کے خلاف ہے جنمیں نظر و استدلال اور اتباع یقین کا حکم ہے۔ خدا فرماتا ہے:۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ	تاکہ جو شخص ہلاک ہونیوالا ہے وہ حجت تمام ہوئے پیچھے ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ بھی حجت تمام ہوئے پیچھے زندہ رہے

اور جب یہ مطلب حدیث کا نہ ہو سکا تو حسب قاعدہ درایت وہی مطلب ہوگا جو آیات سے مستنبط ہوتا ہے کہ بصورت نہ ملنے دلیل کے سواد اعظم کا اتباع کیا جائے اور اسصورت میں بیشک سواء انکے اتباع کے اور کوئی چارہ نہیں اور اس سے اعراض کرنیوالا لامحالہ ہاویہ جہنم میں گرتا ہے۔

غرض اجماع کے بارہ میں قرآن وسنت سے کوئی ایسی دلیل نہیں مل سکتی جو اسے قطعی حجت ثابت کرے۔ اور اسکے انکار کو کفر ٹھیرائے اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ سلف صالحین نے خدا انہیں جزائے خیر دے احکام ربانی اور فرامین رسالت پناہی کی تحقیق وتنقید میں کوئی دقیقہ جو انسانی کوشش اور سعی دریافت کرسکتی ہے باقی نہیں چھوڑا۔ مگر اس ظلوم وجہول کے فطری ضعف سے وہ بزرگوار بھی پاک نہیں تھے اور خداوند کریم نے بجز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات بابرکات کے کسی کو خطا اور سہو سے محفوظ اور معصوم نہیں رکھا۔ پس انکو خطا سے ایسا پاک اور انکی رائے کو ہر بات میں ایسی صائب سمجھنا کہ انسان اختلاف کرتے ہی راندہ درگاہ ایزدی ہو جائے شان اسلام سے بہت بعید ہے اور بعینہٖ یہود ونصاریٰ کا اعتقاد ہے جسکی نسبت ارشاد ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿﴾ (پارہ نمبر ۱۰۔ سورہ توبہ ۔ ع ۵)	ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور شائخوں کو اور مسیح ابن مریم کو خدا بنا کھڑا کیا حالانکہ (ہماری طرف سے) انکو یہی حکم دیا گیا تھا کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

وہ لوگ اپنے مقتداؤں میں سے حضرت مسیح علیہ السلام کو تو بیشک خدا جانتے ہیں مگر دیگر پیشواؤں کو خدا نہیں مانتے صرف انکی نسبت خطا سے پاک ہونیکا اعتقاد رکھتے ہیں اور انکے ہر حکم کو کالوحی سمجھتے ہیں اور یہی اعتقاد رکھنے کے سبب خدا نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے احبار اور رہبان کو خدا مانا ہوا ہے۔

ترمذی میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے:۔

انه قال سمعت يعني رسول الله صلے الله عليه وسلم يقرء اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال انهم لم يكونوا	وہ کہتے ہیں میں نے سنا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے یہ آیت پڑھکر کہ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور شائخوں کو خدا بنا کھڑا کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ

یعبدونهم ولکنهم کانوا اذا احلوا لهم شیئا استحلوا واذا حرموا علیهم شیئا حرموه ٭	انکی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ یہ بات تھی کہ اگر وہ انکے لئے کوئی چیز حلال کرتے تو وہ اُسے حلال سمجھتے اور اگر حرام کہتے تو حرام سمجھتے -

پس سلف کی رائے کو تفسیر میں ہو یا دیگر احکام میں قطعی ماننے اور منکر کو کافر کہنے میں اور یہود و نصاریٰ کے اس خیال میں وہی لوگ جواب دیں کہ کیا فرق ہے -

مگر خدا کا احسان ہے کہ جس قدر تشدد اس بارہ میں زمانہ حال میں برتا جاتا ہے گذشتہ زمانے میں ایسا نہیں تھا اور مختلف مسائل میں ایک ایک دو دو علماء کا جمہور سے اختلاف کرنا بکثرت مروی ہے مثلاً قیام عرفات حج میں سب کے نزدیک فرض ہے - مگر حضرت حسنؒ بصری مطلق حرم میں قیام کرنے کو کافی سمجھتے ہیں - زن غیر مدخولہ کے لئے وفات کی عدت برخلاف جمہور حضرت ابن عباسؓ ضروری نہیں سمجھتے - وفات کی عدت چار مہینہ دس دن کے بعد گو حیض نہ آئے سب کے نزدیک پوری ہو جاتی ہے لیکن حضرت امام مالکؒ کے نزدیک حیض آنا ضروری ہے اور ان سب سے بڑھکر حضرت ابن عباسؓ کا عول کے بارہ میں اختلاف ہے جسکو بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور تمام فقیہ اور اصولی نقل کرتے ہیں اور جسمیں یہ سب مانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا - مگر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے اختلاف کیا حالانکہ یہ اجماع انکی تصریح کے مطابق وہی اجماع ہے جسکو مؤیدین باستثنائے امام شافعیؒ قطعی اور اُسکے منکر کو کافر نہیں تو ضال اور گمراہ ضرور کہتے ہیں - پس ان بزرگواروں کا باوجود اس انکار کے اجلۂ علمائے ملت اور ائمہ فقہائے امت میں داخل رہنا اور خدانخواستہ ضلالت اور گمراہی کا باعث نہ بننا ثابت کرتا ہے کہ ایسا اختلاف جو عناد اور نفسانیت سے نہ ہو بلکہ دلیل کی بنا پر ہو - اس میں گو اختلاف کرنے والا غلطی کرے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس رائے کی نسبت آج تک تمام علماء کا خیال ہے مگر وہ نہ کافر سمجھا جاتا ہے اور نہ گمراہ بلکہ حسب قاعدہ اجتہاد باوجود خطا کے ثواب کا مستحق رہتا ہے -

ایمان بالقیامۃ والملائکۃ

چونکہ تحقیق مطالب قرآنی اور تسلیم احادیث رسالت پناہی کے بارہ میں حتی الوسع فکر و تامل

کیا جا چکا ہے اور ان دونوں مذکورہ عنوان امور پر جس طرح ایمان لانا ضرور ہے وہ قرآن و حدیث ہی سے
مستنبط ہو سکتا ہے اسلئے ان کے بارے میں جو اختلاف ہو اُسکے کفر یا ایمان ہونیکا فیصلہ بھی گذشتہ تحقیق
سے ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص قیامت کے آنے سے منکر ہے یا ملائکہ کو موجود نہیں مانتا اور ان دونوں
کے متعلق جس قدر آیات اور احادیث ہیں انکو غلط کہتا ہے تو بیشک حسب تصریح آیات قرآنی کافر ہے
لیکن اگر وہ حشر جسمانی کا قائل نہیں اور صرف روحانی جزا و سزا کا اعتقاد رکھتا ہے یا ملائکہ کو اجسام
قائم بالذات اور جداگانہ مخلوق نہیں مانتا۔ بلکہ اس لفظ سے ملکۂ نبوّت اور دیگر قوائے مدبرہ مراد
لیتا ہے تو اسے ان دونوں کے وجود سے انکار نہیں بلکہ اُس مطلب سے انکار ہے جو دیگر اہل اسلام لفظ
قیامت اور ملائکہ سے لیتے ہیں پس اُسے قیامت اور ملائکہ کا منکر اور اسوجہ سے کافر نہیں کہہ سکتے البتہ
اس صورت میں جن آیات سے حشر اجساد یا ملائکہ کا جداگانہ مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے اگر وہ اُن آیات
کو غلط کہتا ہے تو کلام الٰہی سے انکار کرنیکی وجہ سے کافر ہوگا اور اگر اُنکی تفسیر کو جو دیگر اہل اسلام کرتے
ہیں غلط کہتا ہے اور اپنے نزدیک اُن سے اور مطلب نکالتا ہے تو گو اُسکا مطلب غلط ہو لیکن حسب تحقیق مذکور
کافر نہ ہوگا۔ اور علیٰ ہذا اگر اُن احادیث کو جو اس مطلب کے متعلق وارد ہیں کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم
مان کر غلط کہتا ہے تو جناب رسالت پناہی کو صادق نہ جاننے سے کافر ہوگا۔ اور اگر ان کے ارشاد
رسول ہونیکا یقین نہیں رکھتا اور ظنی الثبوت ہونیکی وجہ سے انکار کرتا ہے تو مورد کفر نہ ہوگا۔

ایمان و کفر کی تحقیق و تحدید کے بارے میں جس قدر کوشش ہو سکتی تھی کیگئی اور اس تعریف سے
جو ایمان و کفر کے لئے قرار پائی علاوہ اُن مسائل اختلافیہ کے جنکا ذکر ضمناً آچکا دیگر تمام مسائل اختلافیہ
میں جن سے ایمان و کفر کا تعلق ہو۔ فیصلہ ہو سکتا ہے۔

مثلاً کہا جاتا ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے اور حقیقت میں وہ اُسکا مستوجب نہ ہو تو کہنے والا کافر
ہوتا ہے اور اسکے ثبوت میں ذیل کی [illegible] حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں حضرت ابوذرؓ
سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک۔	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں الزام دیتا کوئی شخص کسی کو فسق کا اور نہیں الزام دیتا اُسے کفر کا مگر وہ اُسی پر لوٹتا ہے اگر وہ شخص جسپر الزام لگایا گیا ہے ایسا نہ ہو

لیکن گذشتہ تحقیق سے جو آیات قرآنی اور احادیث رسالت پناہی سے کیگئی معلوم ہوتا ہے کہ صرف پانچ چیزیں ہیں جنمیں سے کسی کو نہ ماننے سے آدمی کافر ہوتا ہے اور ان کثیر التعداد آیات اور احادیث کے مقابلہ میں ایسی اخبار احاد سے کفر و ایمان کی تعریف میں جہاں نص قطعی کی ضرورت ہی کوئی اور قید ایزاد نہیں کیجا سکتی۔ پس اُن احکام قطعیہ کو پیش نظر رکھ کر اس حدیث کو تطبیق دینے کیواسطے یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کافر کہنے والے کے نزدیک کوئی وجہ تکفیر نہیں تو اس صورت میں کافر اور ناقابل نجات کہنا بیشک کفر ہے کیونکہ اب ایسا کہنا اسکے ایمان کو کفر ٹھیرانا ہے اور یہ وہی کر سکتا ہے جو خود کافر ہو لیکن جو شخص ایمانیات پر ایمان رکھتا ہے اور کسی مسئلہ میں اپنے مخالف کو کسی وجہ سے کافر کہتا ہے تو گو کفر کی وہ وجہ غلط ہو اور اس اجتہاد میں وہ خطا کرے لیکن چونکہ ایمان کی تعریف اُس پر صادق آتی ہے اس لئے کافر نہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ وہ لپنے مخالف کو کافر اسی لئے کہتا ہے کہ اسکے نزدیک وہ خدا و رسول کا دشمن ہے تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ خدا و رسول کی دشمنی کو بُرا جاننے والا خود خدا و رسول کا دشمن اور کافر ہے اور اسی طرح جو مسلمان دیگر مذہب والوں کو صرف خدا پر ایمان لانے سے قابل نجات ٹھیرائیں اور رسول و کتاب پر ایمان لانا انکے لئے ضروری نہ سمجھیں وہ بھی جبتک خود ان سب ضروریات پر ایمان رکھتے اور انکو مانتے ہیں کافر نہ ہونگے کیونکہ وہ دیگر موحدین کی نسبت ایسا اعتقاد خود فرمانِ خدا و رسول کے مطابق سمجھتے ہیں پس گو اس استدلال میں غلطی کریں لیکن چونکہ خدا و رسول ہی کے خوف سے وہ اُن لوگوں کو بُرا نہیں کہتے اس لئے خدا و رسول کے منکر نہیں کہے جا سکتے اور ایمان کی حد میں داخل رہتے ہیں۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وجمیع الاخیار من الانبیاء والصالحین۔



تقریظ جناب مولینا شبلی صاحب مرحوم نعمانی

ناظم علوم و فنون ریاست حیدرآباد و سکرٹری انجمن ترقی اُردو

میں نے مولوی محمود علی صاحب پروفیسر کیوپہ قطلہ رنڈ ہیر کالج کا رسالہ الایمان غور سے دیکھا
میں اعتراف کرتا ہوں کہ غائت دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ نہایت معتدل طریقہ اختیار
کیا گیا ہے اور موجودہ زمانہ میں ہر حیثیت سے مفید اور سودمند ہے۔ اِس رسالے نے اردو زبان میں
ایک مفید اضافہ کیا ہے۔

شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون ریاست حیدرآباد و سکرٹری انجمن ترقی اُردو

۶ جون ۱۹۱۳ء